ہفت روزہ
خدام الدین لاہور

جلد ۲ | یوم جمعہ ۳۰ محرم الحرام ۱۳۷۶ھ ، ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء | شمارہ ۱۷

عائلی کمشن کی سفارشات پر اختلافی نوٹ

اگرچہ عائلی کمشن کی سفارشات کو ملک کے ثقہ برنگ متفقہ طور پر مسترد کر چکے ہیں۔ لیکن کمشن کے ایک رکن مولانا احتشام الحق صاحب کے اختلافی نوٹ کا انتظار تھا۔ الحمد للہ ان سفارشات کے بارے میں ان کا نکتۂ نظر نہ صرف تعلیمات اسلامیہ اور مسلّمہ شریعتِ حقّہ کے عین مطابق ہے بلکہ انہوں نے کمشن کے باقی ارکان کے مبلغ علم اسلامی کا بھی تجزیہ کیا ہے مزید براں انہوں نے انکشاف کیا ہے کہ کمشن کے ارکان سفارشات پر بحث کرتے وقت مجوّزہ حدود سے تجاوز کر گئے ہیں۔ اور خواتینِ اسلام کے ساتھ نام نہاد ہمدردی کی اوٹ میں مسلمان عورت پر ناروا ظلم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

چونکہ مولانا موصوف کا بیان طول و عریض ہے اس لئے اس پر ایک فرصت میں تبصرہ ورطۂ تحریر میں لانا دشوار ہے۔ البتہ ہم معزز قارئینِ کرام پر یہ واضح کر دینا ضروری خیال کرتے ہیں کہ کسی موضوع علم یا سخن کے معائب و محاسن، نفی و اثبات وغیرہ پر وہی شخص سیر حاصل تبصرہ اور اطمینان بخش اظہار رائے کر سکتا ہو جو اُس خاص علم پر مکمل اور مسلّمہ طور پر حاوی ہو۔ اس سلسلہ میں حکومت کا اقدام قطعاً ناجائز اور شرارت پر مبنی تھا کہ عائلی معاملات کے سلجھاؤ کے لئے ایسے کمشن کی تشکیل دیگئی جس میں باستثنائے واحد تمام ارکانِ علومِ اسلامیہ اور شریعتِ حقّہ کے ماہر ہونے کے نہ تو داعی تھے اور نہ جمہور کے نزدیک ان کی رائے کی کوئی قدر ہو سکتی تھی۔ اس کمیشن میں وہ مستورات شامل تھیں جو علمی اور عملی طور پر شریعت کے قوانین سے نابلد تھیں۔ چنانچہ انہوں نے اس کا خیال تو نہ کیا کہ جو کچھ ہم کہہ رہی ہیں وہ مداخلت فی الدین ہے اور ان کے خیالات سے مذہبی طبقہ برانگیخت ہوگا بلکہ نسوانی ہمدردی کی آڑ میں اور سیاسی طور پر اپنی پوزیشن مستحکم کرنے کے لئے ہمارے شرعی قوانین کو مغربی سانچوں میں ڈھالنا چاہا اور ایسے یورپی خیالات سے متاثر کرنا چاہا جس کی وہ علمی طور پر قائل اور عملی طور پر اس کی طرف مائل ہیں۔ خیر ہمیں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ اس نے شریعتِ حقّہ کی حفاظت کا بھی بندوبست کر دیا اور صحیح قوانین شرعیہ حکومت اور قوم دونوں کے سامنے آگئے۔ جن اغیار پسند طبقوں نے کمشن کی سفارشات پر تالیاں پیٹی تھیں اُن پر واضح ہو جائے کہ وہ دینِ مُلّا کی مخالفت نہیں کر رہے بلکہ اُن کا فرار اُس دین سے ہے جسے ہادی دوراں صلی اللہ علیہ وسلم نے ساڑھے تیرہ سو سال قبل اللہ تعالےٰ کی طرف سے پیش کیا تھا اُن کی یاد دہانی کے لیے یہ بھی عرض کر دیا جائے کہ اگرچہ اُن کے فسق و فجور نے قوم کو غلط شاہراہوں پر ڈالا ہُوا ہے لیکن پھر بھی شریعت اسلامیہ کے قوانین کو مسخ کرنا یا بدل ڈالنا اُن کے بس کا روگ نہ ہوگا۔

شریعت اسلامیہ نے عورت کے حقوق کی حفاظت کے لئے جو ہدایات دی ہیں اگر ان پر عمل کیا جائے تو پھر کسی نئے قانون کی قطعاً کوئی ضرورت نہیں رہتی۔ اگر حکومت ان ہدایات کو قانونی حیثیت دینا چاہے تو کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوگا۔ ہمیں اس امر کا اعتراف ہے کہ بعض خاندانوں اور گھرانوں میں عورت مظلوم ہے اور اس کو اس ظلم سے نجات دلانے کی ضرورت ہے لیکن اس کا یہ طریقہ نہیں جو کمیشن نے تجویز کیا ہے۔

آپ بیتی

ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور ایک خالص مذہبی جریدہ ہے۔ اس کے اجراء کا مقصد کتاب و سُنّت کے علم اور عمل سے مسلمانوں کو روشناس کرا کے ان کو ان کا پابند بنانا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے لئے ضروری ہے کہ پہلے ہم خود ان کے پابند ہوں تو ہماری آواز کا دوسروں پر اثر ہو سکتا ہے۔ اس لئے ہماری ہر ممکن کوشش ہوتی ہے کہ ہمارے کسی قول و فعل سے کتاب و سُنّت پر زد نہ پڑے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ مسلمان لین دین کے معاملہ میں کھوٹا ہے۔ ہمیں بھی اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ بعض احباب پرچہ منگواتے ہیں اور چندہ کا تحریری وعدہ کر دیتے ہیں یا کسی دوست کے ایماء پر ان کو پرچہ بھیجا جاتا ہے۔ جب چندہ کے لئے لکھا جاتا ہے تو جواب ندارد۔ وی پی بھیجا جاتے تو واپس آجاتا ہے۔ خیال فرمائیے اس طرح ایک دینی پرچہ کا کتنا نقصان ہوتا ہے۔ ایجنٹ صاحبان میں سے اکثر تو الحمد للہ معاملہ کے کھرے ہیں ان کو بل بھیجا اور رقم آگئی۔ لیکن کچھ ایسے بھی ہیں جن کے ذمہ کافی رقم ہو جاتی ہے۔ جب مطالبہ کرنے کے باوجود ادائیگی نہیں ہوتی تو پرچہ بند کر دیا جاتا ہے ان کو اس ظلم کے اخروی نتائج سے ڈرایا جاتا ہے مگر پھر بھی اثر قبول نہیں کرتے۔ فقر درویش بر جان درویش خاموشی کے سوا چارہ کار نہیں۔ ان کے مقابلہ میں ہمارا سلوک قارئینِ کرام اور ایجنٹ حضرات سے ہمیشہ یہی ہوتا ہے کہ ہم ان کو ہر طرح کی سہولت دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ ہم دعوے سے کہہ سکتے ہیں کہ ان میں سے کسی شخص کو بھی ہمارے خلاف کوئی شکایت نہ ہوگی۔ بعض احباب کو جب پرچہ نہیں پہنچتا تو وہ ہم پر برسنے لگتے ہیں۔ لیکن ان کی خفگی بلاوجہ ہوتی ہے۔ عام طور پر پرچہ منگل کی شام تک تیار ہو کر آجاتا ہے۔ بدھ کی صبح تک اس کو چیک کیا جاتا ہے۔ اگر کوئی پتہ میں تصحیح کرنی ہو تو وہ کر لی جاتی ہے۔ کسی کی چٹ خریداری موجود نہ ہو تو وہ لکھ کر مکمل کی جاتی ہے۔ اس کے بعد پرچہ ڈاکخانہ والوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔ یہ سب احتیاط کرنے کے باوجود اگر پرچہ نہ پہنچے تو آپ خود ہی انصاف فرمائیے کہ ہم ملزم کیسے ہو سکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس کی ذمہ داری کسی اور پر عائد ہوتی ہے۔ اطلاع آنے پر پرچہ دوبارہ بھی بھیج دیا جاتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

خطبہ یوم الجمعۃ ٢٣ محرم الحرام ١٣٧٦ھ - ٣١ - اگست ١٩٥٦ء

کتاب وسنّت کی روشنی میں توبہ کے مختلف پہلو

از جناب شیخ التفسیر حضرت مولینا احمد علی صاحب خطیب جامع مسجد شیرانوالہ گیٹ لاہور

توبہ کے دروازہ کی ضرورت

اللہ جل شانہ نے جب بنی آدم کو خلیفہ اللہ فی الارض بنا کر زمین پر بھیجنے کا ارادہ فرمایا اور فرشتوں کے سامنے اس ارادہ کا اظہار فرمایا۔ تو اُنہوں نے اعتراض کیا۔

اَ تَجْعَلُ فِیْهَا مَنْ یُّفْسِدُ فِیْهَا وَیَسْفِكُ الدِّمَآءَ

سورۃ البقرہ رکوع ۴ پارہ ۱

ترجمہ کیا آپ زمین میں ایسے شخص کو بھیجنا چاہتے ہیں جو زمین میں فساد کریگا۔ اور خون بہائے گا۔

کیسے معلوم ہُوا

فرشتے عالم الغیب تو تھے نہیں۔ پھر انہیں کیسے معلوم ہُوا کہ بنی آدم زمین میں یہ ناشائستہ حرکتیں کرے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ جن اجزا سے کوئی دوائی مرکب کی جائے۔ ایک عقلمند آدمی بآسانی اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے۔ کہ جب اس دوائی کے اجزاء ترکیبی یہ ہیں تو جو تاثیر ان اجزاء [illegible] ہے۔ وہ اس مجموعہ میں ضرور آئے گی۔ مثلاً جب ایک شخص کو یہ معلوم ہو جائے کہ معجون فلاسفہ میں فلفل دراز۔ فلفل سیاہ۔ سونٹھ اور شہد ڈالا جا رہا ہے تو عقلمند آدمی یقیناً سمجھ لے گا کہ چونکہ یہ اجزاء سب گرم ہیں۔ اس لئے معجون فلاسفہ ایک سخت گرم معجون ہوگی۔ اسی پر قیاس کر لیجئے کہ مٹی میں چونکہ ظلمت ہے۔ اس لئے جب انہوں نے دیکھا کہ آدم علیہ السلام کو مٹی سے بنایا جا رہا ہے اس کی اولاد میں حس و حرکت تو ہوگی مگر مآل اندیشی اور دُور اندیشی نہیں ہوگی۔ اس کی اولاد معمولی معمولی باتوں پر آپس میں لڑے گی۔ اور خونریزی تک نوبت پہنچائے گی۔

انکار نہیں فرمایا

اللہ تعالےٰ نے فرشتوں کے اس اعتراض سے انکار نہیں فرمایا۔ بلکہ یہ فرمایا:۔

اِنِّیْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

سورۃ البقرہ رکوع ۴ پارہ ۱

ترجمہ۔ بیشک میں (اس کی پیدائش کی حکمت، جانتا ہوں) جو تم نہیں جانتے۔

ابلیس کی تائید

ابلیس نے جب حکم عدولی کی۔ تو اس سے سوال ہُوا کہ تم نے میرے حکم کی تعمیل کیوں نہیں کی اور آدم (علیہ السلام) کو سجدہ کیوں نہیں کیا۔ تو اُس نے جواب میں عرض کی:۔

قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ ج خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ ○ سورۃ اعراف رکوع ٢ پارہ ٨

ترجمہ۔ کہا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا۔ اور اس (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا۔

حاصل یہ ہے کہ ابلیس کو یہ غرور ہے کہ مجھے تو آگ سے پیدا کیا۔ جس میں نور اور روشنی ہے اور آدم کو مٹی سے پیدا کیا جس میں ظلمت اور اندھیرا ہے جس کا بالآخر مطلب یہ نکلتا ہے کہ یہ مآل اندیش نہیں ہوگا۔

رحمت الٰہی کا تقاضا

جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کے اعتراض کو تسلیم کر لیا کہ واقعی زمین میں فساد کریگا خون ریزی کرے گا۔ اس کے بعد ارحم الراحمین خدائے قدوس کی رحمت نے تقاضا کیا۔ کہ انسان جب گناہ کرے اور پھر نادم ہوکر معافی مانگنے کے لئے میرے دروازہ پر ہاتھ پھیلائے۔ تو مجھے اس کو معاف کر دینا چاہیئے۔ میرا خیال ہے کہ اگر خدانخواستہ رحمت الٰہی کا یہ دروازہ نہ کھولا جاتا۔ تو انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے سوا غالباً باقی انسان دوزخ ہی میں جاتے۔

اللہ تعالےٰ کا شکر ہے

کہ اس نے توبہ کا دروازہ کھول کر اپنے بندوں کو جہنّم سے بچا لیا۔ ہاں جو حکم عدولی بھی کرے اور معافی بھی نہ مانگے۔ ایسے بدقسمت غافل انسانوں کے متعلق یہی کہا جائے گا کہ انہوں نے اپنے آپ کو دانستہ جہنم کا ایندھن بنایا۔

اللّٰھم لا تجعلنا منھم

بندے کی توبہ سے اللہ تعالیٰ بہت زیادہ خوش ہوتا ہے

عَنْ اَنَسٍؓ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَلّٰهُ اَشَدُّ فَرَحًا بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ حِیْنَ یَتُوْبُ اِلَیْهِ مِنْ اَحَدِكُمْ كَانَ رَاحِلَتُهٗ بِاَرْضٍ فَلَاةٍ فَانْفَلَتَتْ مِنْهُ وَعَلَیْهَا طَعَامُهٗ وَشَرَابُهٗ فَاَیِسَ مِنْهَا فَاَتٰى شَجَرَةً فَاضْطَجَعَ فِیْ ظِلِّهَا قَدْ اَیِسَ مِنْ رَاحِلَتِهٖ فَبَیْنَمَا هُوَ كَذٰلِكَ اِذْ هُوَ بِهَا قَائِمَةً عِنْدَهٗ فَاَخَذَ بِخِطَامِهَا ثُمَّ قَالَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ عَبْدِیْ وَاَنَا رَبُّكَ اَخْطَاَ مِنْ شِدَّةِ الْفَرَحِ رواہ مسلم

ترجمہ: انسؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ البتہ اللہ اپنے بندے کی توبہ سے جب اس کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہے بہت خوش ہوتا ہے۔ اس قدر خوش۔ کہ اتنا خوش تم میں سے وہ شخص بھی نہ ہوگا جو اپنی سواری پر ایک چٹیل میدان میں جا رہا ہو۔ پھر وہ سواری گم ہوگئی ہو۔ اور اس پر اس کا کھانا اور پانی بھی ہو اور وہ (کافی تلاش کے بعد) ناامید ہوکر ایک درخت کے پاس آیا ہو۔ اور اس کے سایہ میں لیٹ گیا ہو۔ پس وہ اسی مایوسی کی حالت میں خاموش و غمزدہ پڑا ہو کہ اچانک اس کی سواری اس کے پاس آ کھڑی ہو۔ اس نے اس کی رسّی پکڑ لی ہو اور خوشی کی زیادتی کے سبب اس کے مُنہ سے یہ غلط الفاظ نکل گئے ہوں۔ اے اللہ تو میرا بندہ

انسان جتنی مرتبہ بھی گناہ کرکے توبہ کرے اللہ تعالےٰ قبول فرمالیتا ہے

عَنْ اَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ عَبْدًا اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ فَقَالَ رَبُّهُ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهُ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا فَاغْفِرْهُ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهُ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ ثُمَّ مَكَثَ مَا شَاءَ اللّٰهُ ثُمَّ اَذْنَبَ ذَنْبًا فَقَالَ رَبِّ اَذْنَبْتُ ذَنْبًا اٰخَرَ فَاغْفِرْهُ لِیْ فَقَالَ اَعَلِمَ عَبْدِیْ اَنَّ لَهُ رَبًّا یَغْفِرُ الذَّنْبَ وَیَاْخُذُ بِهٖ غَفَرْتُ لِعَبْدِیْ فَلْیَفْعَلْ مَا شَاءَ ۔ متفق علیہ

ترجمہ: ابی ہریرہؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ بے شک ایک بندہ نے ایک گناہ کیا۔ پھر کہا اے میرے پروردگار۔ میں نے گناہ کیا ہے۔ تو اس کو معاف کردے۔ پھر اس کا رب فرماتا ہے۔ کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا رب ہے۔ جو (چاہے) تو گناہ بخش دیتا ہے۔ اور (چاہے) تو اس گناہ پر گرفت بھی کرلیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر وہ شخص گناہ سے جب تک اللہ چاہے باز رہتا ہے پھر گناہ کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار میں نے گناہ کیا ہے۔ تو مجھے وہ گناہ بخش دے پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کیا میرا بندہ جانتا ہے کہ بیشک اس کا رب ہے۔ جو (چاہے) تو گناہ بخش دیتا ہے۔ اور (چاہے) تو اس پر گرفت کرلیتا ہے۔ میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ پھر وہ شخص گناہ سے جب تک اللہ چاہے باز رہتا ہے۔ پھر گناہ کرتا ہے۔ پھر کہتا ہے۔ اے میرے پروردگار میں نے اور گناہ کیا ہے۔ تو مجھے وہ گناہ بخش دے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا

[…] اُس کا رب ہے۔ جو چاہے۔ تو گناہ معاف کرسکتا ہے۔ اور چاہے۔ تو اُس پر گرفت بھی کرسکتا ہے میں نے اپنے بندے کو بخش دیا۔ اب وہ جو چاہے کرے۔

تین شرطیں

توبہ کے قبول ہونے کے لئے تین شرطیں ہیں (۱) جو گناہ ہوچکا ہے اُس پر نادم ہو۔ یہ خیال کرے۔ افسوس ہے۔ کہ مجھ سے یہ بُرا کام ہوا ہے۔ (۲) اس بُرائی سے ہاتھ روک لینا۔ (۳) آئندہ اس کام کے نہ کرنے کا دل میں پختہ ارادہ کرنا۔ اگر توبہ کرنے والا یہ تین شرطیں ملحوظ رکھ کر توبہ کرے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی توبہ یقیناً قبول ہوجائے گی۔

شہادت

مذکورالصدر قاعدہ کی شہادت میں ایک حدیث عرض کی جاتی ہے: (عَنْ اَبِی بَکْرِ الصِّدِّیْقِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّةً) رواہ الترمذی وابوداؤد

ترجمہ: ابی بکر صدیقؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا۔ اس شخص نے (گناہ پر) اصرار (ضد) نہیں کی۔ جس نے بخشش مانگ لی۔ اگرچہ ایک دن میں ستر مرتبہ وہی گناہ کرے۔

یہ ٹھیک ہے

جس شخص نے توبہ کی قبولیت کی گزشتہ تین شرطیں ملحوظ رکھ کر توبہ کی۔ اس کی توبہ ہر مرتبہ قبول ہوتی رہے گی۔ اللہ تعالیٰ انسان کے دل کے حال کو خوب جانتا ہے۔ اس لئے وہ معلوم کرلے گا کہ یہ شخص سچے دل سے توبہ کر رہا ہے یا رسمی طور پر کر رہا ہے۔

گناہوں کی دو قسمیں ہیں

(۱) صغیرہ۔ چھوٹے گناہ۔ یہ تو توبہ کئے بغیر بھی بعض اعمال صالحہ کی برکت سے خود بخود معاف ہوجاتے ہیں۔

عن عثمانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من توضأ فاحسن الوضوء خرجت خطایاہ من جسدہ حتی تخرج من تحت اظفارہ۔ متفق علیہ

ترجمہ عثمانؓ سے روایت ہے۔ کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس شخص نے وضو کیا۔ پھر اچھی طرح سے وضو کیا۔ اس کے گناہ اس کے بدن سے نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے ناخنوں کے نیچے سے نکل جاتے ہیں۔

دوسری

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضأ العبد المسلم اوالمؤمن فغسل وجھہ خرج من وجھہ کل خطیئۃ نظر الیھا بعینیہ مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل یدیہ خرج من یدیہ کل خطیئۃ کان بطشتھا یداہ مع الماء او مع آخر قطر الماء فاذا غسل رجلیہ خرج کل خطیئۃ مشتھا رجلاہ مع الماء او مع آخر قطر الماء حتی یخرج نقیاً من الذنوب رواہ مسلم

ترجمہ: ابی ہریرۃؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ کہ جب کوئی مسلمان یا مومن بندہ وضو کرتا ہے پھر اپنے مُنہ کو دھوتا ہے تو پانی کے ساتھ اس کے وہ تمام گناہ جن کو آنکھوں نے کیا تھا۔ خارج ہوجاتے ہیں۔ یا (فرمایا) اس پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ پھر جب دونوں ہاتھوں کو دھوتا ہے تو ہاتھوں کے وہ تمام گناہ جن کو انہوں نے کیا تھا پانی کے ساتھ یا (فرمایا) پانی کے آخری قطرہ کے ساتھ خارج ہوجاتے ہیں۔ پھر جب وہ دونوں پاؤں کو دھوتا ہے تو اس کے پاؤں کے وہ تمام گناہ جن کی طرف وہ چلے تھے پانی یا (فرمایا) اس کے آخری قطرہ کے ساتھ نکل جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ گناہوں سے پاک ہوجاتا ہے۔

تیسری

عن عثمانؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم - مامن امرء مسلم تحضرہ صلوٰۃ مکتوبۃ فیحسن وضوءھا وخشوعھا ورکوعھا الاکانت کفارۃ لما قبلھا من الذنوب مالم یؤت کبیرۃ وذٰلک الدھر کلہ۔
(رواہ مسلم)

ترجمہ - عثمانؓ سے روایت ہے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - کہ نہیں ہے کوئی مسلمان شخص کہ جب نماز کا وقت آئے - پھر وہ اچھی طرح سے وضو کرے اور کرے خشوع اور رکوع مگر یہ کہ اس کا یہ عمل اس کے پچھلے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے - جب تک کہ وہ گناہ کبیرہ نہ کرے - اور ایسا ہمیشہ ہوتا رہتا ہے -

حاشیہ

اس حدیث پر مشکوٰۃ شریف میں ایک حاشیہ ہے اور وہ یہ ہے - معناہ ان الذنوب کلھا یغفر الا الکبائر فانھا لا تغفر قال النووی ھذا ھو المراد + انتہیٰ مختصراً -

ترجمہ - اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ عمدہ وضو کرنے والے کے سب پہلے گناہ بخش دیئے جاتے ہیں سوائے کبائر کے - اور ہمیشہ یہی رہے گا۔

چوتھی

عن ابی ھریرۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوٰۃ الرجل فی الجماعۃ تضعف علی صلاتہ فی بیتہ وفی سوقہ خمساً وعشرین ضعفاً وذٰلک انہ اذا توضاء فاحسن الوضوء ثم خرج الی المسجد لا یخرجہ الا الصلوٰۃ لم یخط خطوۃ الا رفعت لہ بھا درجۃ وحط عنہ بھا خطیئۃ (الحدیث)

ترجمہ - ابی ہریرہؓ سے روایت ہے - کہا - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا - آدمی کی نماز باجماعت کا ثواب گھر میں یا بازار میں پڑھی ہوئی نماز سے پچیس گنا بڑھا دیا جاتا ہے اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب نمازی وضو کرے - اور عمدہ طریقہ سے وضو کرکے پھر مسجد کی طرف نکلے - اس کو سوائے نماز کے اور کوئی کام نہیں ہے تو اس کے ہر قدم پر ایک درجہ بلند ہوگا - اور ایک گناہ معاف ہوگا -

حاصل

مذکورالصدر چار حدیثوں کا حاصل یہ ہے پہلی تین حدیثوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ نمازی کے وضو کرنے ہی سے سب گناہ صغیرے خود بخود معاف ہو جاتے ہیں - اگرچہ ان گناہوں کی تفصیل نہ زبان سے بیان کرے اور نہ دل ہی میں ان کی تفصیل ہو - اور چوتھی حدیث یہ بتلا رہی ہے کہ نمازی جب گھر سے اچھی طرح وضو کرکے محض نماز کے ارادہ سے نکلتا ہے - تو اس کے ہر قدم پر قرب الٰہی میں ایک درجہ بلند ہوتا ہے اور ایک گناہ معاف ہوتا جاتا ہے - خواہ ان گناہوں کی تفصیل اس کے دل میں بھی نہ ہو - تیسری حدیث شریف کے خاتمہ میں مشکوٰۃ شریف کا ایک حاشیہ نقل کیا ہے - جس میں امام نووی رحمۃ اللہ علیہ نے تصریح فرمائی ہے - کہ وضو کرنے سے گناہ کبیرے معاف نہیں ہوتے -

کبیرے گناہوں کی معافی

برادران اسلام - انسان اگر کبیرے گناہوں کی معافی مانگے تو اللہ تعالیٰ وہ بھی معاف فرما دیتا ہے - چنانچہ سب سے بڑا کبیرہ گناہ شرک ہے -

قرآن مجید کی شہادت

وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللّٰهِ ط اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ۝ سورہ لقمٰن رکوع ۲ پارہ ۲۱

ترجمہ - اور جب لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا - جبکہ وہ اسے نصیحت فرماتے تھے، اے میرے بیٹے اللہ کے ساتھ شرک نہ کر - بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے -

مشرکوں کی معافی کا اعلان

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ۝ وَالَّذِيْنَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوْٓا اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝

سورہ الاعراف رکوع ۱۹ پارہ ۹

(ترجمہ) بے شک جنہوں نے بچھڑے کو خدا بنا لیا - انہیں ان کے رب کی طرف سے غضب حاصل ہوگا اور دنیا کی زندگی میں ذلت - اور جھوٹ باندھنے والوں کو ہم یہی سزا دیتے ہیں - اور جنہوں نے برے کام کئے - پھر اس کے بعد توبہ کی - اور ایمان لے آئے بیشک تیرا رب اس (توبہ) کے بعد البتہ بخشنے والا مہربان ہے -

حاصل

فرمان شاہنشاہی کا حاصل یہ نکلا کہ اگر مشرک شرک سے تائب ہو جائے - تو اللہ تعالےٰ اس کو بھی بخش دیتا ہے -

۲

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ط اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ سورہ التوبہ رکوع ۱ پارہ ۱۰

ترجمہ - پھر جب پناہ کے مہینے گذر جائیں تو مشرکوں کو جہاں پاؤ مارو - اور پکڑو - اور گھیرو - اور ان کی تاک پر جگہ بیٹھو - پھر اگر وہ توبہ کریں اور نماز قائم کریں - اور زکوٰۃ دیں تو ان کی راہ چھوڑ دو - بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے -

حاصل

یہ نکلا کہ مشرک شرک سے توبہ کرے - تو اس کی توبہ بھی قبول ہو جاتی ہے

البتہ

یہ ضروری ہے کہ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو اس گناہ کو پیش نظر رکھ کر توبہ کرنی پڑتی ہے - صغیرہ کی طرح نہیں ہے کہ بلا ارادہ بھی معاف ہو جائے -

احادیث میں کبائر کی تفصیل

۱

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتنبوا السبع الموبقات قالوا یا رسول اللہ وما ھن قال الشرک باللہ والسحر وقتل النفس التی حرم اللہ الا بالحق واکل الربٰو واکل مال الیتیم والتولی یوم الزحف وقذف المحصنٰت المومنٰت الغافلات متفق علیہ -

ترجمہ - ابی ہریرہ سے روایت ہے کہا -

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سات ہلاک کر دینے والی باتوں سے بچو۔ لوگوں نے عرض کی۔ یا رسولؐ اللہ وہ کونسی باتیں ہیں۔ فرمایا۔ کسی کو خدا کا شریک ٹھیرانا۔ جادو کرنا۔ اس جان کو جس کو مار ڈالنا خدا نے حرام کیا ہے۔ مار ڈالنا۔ مگر حق شرعی کے طور پر مار ڈالنا جائز ہے۔ سود کھانا۔ یتیم کا مال کھانا۔ لڑائی کے دن پشت دکھانا۔ پاک دامن مومن اور بے خبر عورتوں پہ زنا کی تہمت لگانا

۲

عن عبد اللہ بن عمروؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الکبائر الاشراك باللہ وعقوق الوالدین وقتل النفس والیمین الغموس رواہ البخاری وفی روایۃ انسؓ و شہادۃ الزور بدل الیمین الغموس متفق علیہ

ترجمہ۔ عبد اللہ بن عمروؓ سے روایت ہے کہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بڑے گناہ یہ ہیں۔ کسی کو خدا کا شریک ٹھیرانا۔ والدین کی نافرمانی کسی کو بلا وجہ شرعی مار ڈالنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ اور انسؓ کی روایت میں جھوٹی قسم کھانا بجائے جھوٹی گواہی دینا پایا جاتا ہے۔

مرتکب کبیرہ کی نجات

کبیرہ گناہ کا مرتکب توبہ کئے بغیر مرجائے اس کے بعد اللہ تعالےٰ اسے کسی نیکی کے باعث بخش دے تو قادر ہے اور اگر سزا بھگتنے کے لئے دوزخ میں داخل کر دے۔ تو بھی اس کے حق میں شفاعت بھی ہوگی۔ اور اس کی نجات بھی ہوگی۔ بشرطیکہ دُنیا سے ایمان سلامت لے جائے۔

دُعا

اللہ تعالےٰ ہم سب کو تمام گناہوں سے بچنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور اگر ہو جائیں تو پھر توبہ کی توفیق عطا فرمائے۔
آمین یا الٰہ العالمین

مجلسِ ذکر

مرتبہ: چوہدری عبد الرحمٰن خاں صاحب

منعقدہ ۲۲ محرم الحرام ۱۳۷۶ھ مطابق ۳۰۔ اگست ۱۹۵۶ء

مخدومنا و مرشدنا حضرت مولینا احمد علی صاحب مدظلہ العالی نے ذکر کے بعد مندرجہ ذیل تقریر فرمائی

دُنیا کے مروّجہ علوم میں سب سے کامل علم کتاب وسُنّت کا ہے

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَکَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیۡنَ اصۡطَفٰی

امّابعد۔ ہر مجلس میں کوئی نہ کوئی نئے صاحب ہوتے ہیں اس لئے مجھے ہر بار یہ عرض کرنا پڑتا ہے کہ یہ مجلس ان احباب کی رہنمائی اور تربیت کے لئے ہوتی ہے جو اللہ کا نام سیکھنے کے لئے جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ مجھے اور ان کو اللہ اللہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ اللہ کے پاک نام کی برکت سے عمل کی توفیق نصیب ہو۔ جب دُنیا سے رخصت ہو کر جائیں تو اللہ تعالےٰ کو راضی کرکے جائیں اور ہماری قبریں روضۃ من ریاض الجنّۃ (بہشت کے باغوں میں سے باغ) بن جائیں۔ جن کا اللہ اللہ کرنے کا تعلق نہیں وہ بڑی خوشی سے آئیں مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن میری ذمہ داری اللہ اللہ کرنے والوں کے متعلق ہے۔ مَیں سوچ کر آتا ہوں تین چار دن برابر سوچتا رہتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمّت آئیگی ان سے کیا کہوں۔ مجلسِ ذکر کی تقریر کے علاوہ جمعہ کا خطبہ بھی ہوتا ہے اس کے لئے بھی تیاری کرنی پڑتی ہے۔ وہ ہزاروں مسلمانوں کے ہاتھوں میں جاتا ہے۔ ہفت روزہ "خدّام الدین" میں مجلس ذکر اور جمعہ کا خطبہ دونوں چھپتے ہیں۔ الحمدللہ یہ چارسو سے شروع ہُوا تھا اور اب ۲۳ سو چھپ رہا ہے۔ اس میں ہم نہ سیاست اور نہ کسی جماعت کے خلاف کچھ لکھتے ہیں۔ مودودی صاحب کے خلاف میرے مضامین "نوائے پاکستان" میں چھپتے رہتے ہیں۔ ابھی چند دن ہوئے میں نے ان سے سوال کیا تھا کہ آپ نے مکّہ معظمہ اور حرم پاک کے متعلق پہلے جو کچھ لکھا تھا وہ درست ہے یا غلط۔ لیکن "خدام الدین" میں ان کے خلاف آج تک ایک نقطہ بھی نہیں لکھا گیا۔

آج مَیں جب ذکر میں آکر بیٹھا ہوں تو اللہ تعالےٰ نے مضمون سمجھا دیا۔ یہ نہیں کہ دماغ میں مضامین آتے نہیں۔ آتے ہیں مگر طبیعت کہیں ٹکتی نہیں۔ جب طبیعت ٹک جاتی ہے تو اللہ تعالےٰ کے فضل سے شرح صدر ہو جاتی ہے۔ جب مَیں خطبہ لکھتا نہیں تھا تو بعض اوقات منبر پر بیٹھ کر طبیعت کسی مضمون پر ٹکتی تھی۔ اب بھی لکھتے وقت کئی کئی دن سوچتا اور قرآن کی ورق گردانی کرتا رہتا ہوں۔ آپ سب آزاد اور میں پابند ہوتا ہوں آج اللہ تعالےٰ نے سمجھایا کہ اس مضمون پر کچھ کہو کہ "دُنیا کے تمام مروّجہ علوم میں سب سے کامل سب سے اعلیٰ۔ سب سے زیادہ بصیرت پیدا کرنے والا سب سے زیادہ کار آمد۔ سب سے زیادہ دور رس۔ ماضی حال اور مستقبل پر روشنی ڈالنے والا۔ اللہ تعالےٰ سے روشناس کرانے والا۔ با اخلاق بنانے والا۔ صحیح معنوں میں انسان بنانے والا۔ دُنیا کی ذلّتوں سے بچانیوالا اور آخرت میں عذابِ الٰہی سے نجات دلانے والا علم فقط کتاب وسُنّت کا علم ہے۔"

یہ سب خوبیاں کتاب وسُنّت کے علم میں پائی جاتی ہیں اور مسلمان اس سے بے خبر ہیں اس کی اہمیت کو نہیں سمجھتے ہیں۔

آج کل سائنسدانوں کی کتنی عزت ہے لیکن ان کا کام اس گوشت پوست ہڈیوں کے ڈھانچے کے لئے سہولتیں پیدا کرنا ہے پہلے مسلمان بادبانی کشتیوں میں حج کے لئے جاتے تھے۔ مولانا خیر محمد صاحب سندھی مرحوم نے مجھے بتلایا کہ وہ ایک دفعہ بادبانی کشتی میں حج کے لئے گئے تھے۔ ہوا کے نہ چلنے کے باعث کشتی سترہ دن تک سمندر میں ایک جگہ کھڑی رہی۔ اب جہاز بن گئے ہیں وہ انجن سے چلتے ہیں ہوا چلے یا نہ چلے لاکھوں من لوہے کا جہاز پانی پر چلا دیا۔ واقعی بڑی ترقی ہوگئی؟ پہلے بحری جہاز گیارہ دن میں جدہ پہنچتے تھے۔ اب سُنا ہے کہ چھ دن میں پہنچ جاتے ہیں۔ اس سے زیادہ ترقی کی تو ہوائی جہاز بنا لئے۔ ہمارا ہوائی جہاز پونے سات گھنٹہ میں کراچی سے جدہ پہنچ گیا تھا۔ لیکن اس ترقی میں ہُوا کیا؟ کونسی خوبی آگئی؟ کیا لوگ پہلے سے زیادہ باخدا ہوگئے یا ان میں خوفِ خدا پیدا ہوگیا یا کوئی آخرت کا نفع ہوگیا یا شرافت آگئی؟ پہلے ٹیلیفون نہیں تھے پھر ٹیلیفون ایجاد ہُوا۔ اب سُنا ہے کہ اس میں بات کرنے والے کا فوٹو بھی آئے گا۔

انسانیت اسی سائز میں آئے گی۔ گھوڑے، گدھے وغیرہ کے سائز میں نہ آئے گی۔ جیسے عطر بوتل میں ہی آسکتا ہے۔ ہاتھ۔ پڑیا۔ پلّے یا جوتی میں نہیں آسکتا۔ اس سائز میں انسانیت کی استعداد ہے۔ انسان بننے کے لئے کان سے چشمۂ حیات آتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام چشمۂ آبِ حیات لے کر آتے ہیں۔ اس وقت قرآن چشمۂ آبِ حیات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے قرآن کا پانی دیا۔ جن کے اندر استعداد تھی وہ مردود سے مقبول۔ غافل سے ذاکر۔ جہنمی سے جنتی ہوگئے۔

باقی سب علوم کا تعلق اس گوشت پوست ہڈیوں کے ڈھانچے کے ساتھ ہے۔ کتاب وسُنّت کے علم کا تعلق روحانیت کے ساتھ ہے۔ یہ دُنیا اور آخرت دونوں کے متعلق ہدایات دیتا ہے۔ یہ دُنیا میں عزت دلاتا ہے اور آخرت میں عذابِ الٰہی سے بچاتا ہے۔ اور کسی علم میں یہ خاصیت نہیں۔ انگریز روحانی لحاظ سے خود اندھا ہے مسلمان کو اندھا کر گیا۔ مسلمان خوش ہیں کہ لڑکا ایم۔ اے ہوگیا اور لڑکی بی اے ہوگئی۔ یہ پتہ نہیں کہ کلمہ بھی نہیں آتا اور آخرت کے لحاظ سے نپٹے اندھے ہیں۔ سوٹ اور ہیٹ پہن کر پھولے نہیں سماتے۔ میں کہا کرتا ہوں کہ سکولوں اور کالجوں میں تعلیم پانے والے لڑکے اور لڑکیوں کے اندر اکثر ایمان نہیں ہوتا۔ دو قسم کے نوجوان اور لڑکیاں مستثنیٰ ہیں۔ ۱۔ جنہوں نے نیک ماں باپ کے زیرسایہ تربیت پائی ۲۔ جو رہتے تو ہوسٹل میں مگر کسی باخدا کے سامنے زانوئے ادب طے کیا۔

کتاب وسُنّت کا علم یہ سکھلاتا ہے کہ دُنیا یوں گزارنی ہے اور آخرت کے لئے یہ یہ کر کے جانا ہے۔ یہ انسان اور گدھے میں تمیز کراتا ہے۔ سائنس میں یہ خوبی ہے؟ انسان میں غیرت اور حیا ہے۔ یہ مل جل کر خدا یاد کرنے کا عادی ہے۔ اور بنانے والے کے سامنے سربسجود ہوتا ہے۔ اگر ان کو ان چیزوں کا پتہ ہوتا تو کیا یہ ڈانس کھیلتے۔ شراب پیتے اور بد معاشی کرتے؟

حضرت مولانا اصغر علی صاحب روحی رح اسلامیہ کالج لاہور میں دینیات کے پروفیسر تھے۔ انہوں نے ایک دفعہ مجھ سے ایک واقعہ بیان کیا کہ سٹاف روم میں ایک نوجوان رمضان میں سگریٹ پی رہا تھا۔ مولانا نے کہا کہ آپ کو رمضان کا احترام کرنا چاہیئے۔ اور اس طرح کھلے بندوں تمباکو نوشی نہیں کرنی چاہیئے۔ اس نے جواب دیا کہ میں جس چیز کو جائز سمجھتا ہوں اس کو کیوں چھپاؤں۔ مولانا نے اس سے کہا کہ کل اپنی بیوی کو دفتر لے آنا اور سب کے سامنے ہمبستری کرنا۔ جب یہ فعل جائز ہے تو اس کو کیوں چھپاتے ہو؟ انگریز اس جہالت میں ہمیں پھنسا گیا ہے۔ ایک ہیڈ ماسٹر کی کی لڑکی کی شادی تھی۔ ہماری جماعت کے ایک شخص نے جو ہیڈ ماسٹر کے رشتہ دار تھے اس کو خلافِ شرع رسموں پر تنبیہ کی تو کہنے لگے کہ تمہیں کس مولوی نے یہ دین سکھایا ہے۔ انہوں نے میرا نام بتلا دیا۔ تو کہنے لگا وہ تو وہابی ہیں۔ انہوں نے جب پوچھا کہ وہابی کسے کہتے ہیں تو کہنے لگا کہ جو مسئلے مسائل بیان کرے تیرہ چودہ سو لڑکے ان کے زیرسایہ تعلیم پا رہے ہیں۔ جب دین سے ہیڈ ماسٹر صاحب اس قدر بے بہرہ ہیں تو لڑکوں کے متعلق خود ہی اندازہ کر لیجئے۔

جب جہالت کا یہ حال ہو تو اندازہ کیجئے کہ کتاب وسُنّت کے علم کی اشاعت کی کتنی ضرورت ہے؟ ؎

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
وگر خاموش بنشینم گناہ است

اکثریت کی نظر میں اس علم کی کوئی وقعت نہیں۔ وہ رزق کے لئے علم حاصل کرتے ہیں یہ نہیں سمجھتے کہ رزق کی قبض وبسط اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہے۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَللّٰہُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ۔ (سورہ رعد رکوع ۳ پ ۱۳)

(ترجمہ) اللہ تعالیٰ جس کے لئے چاہتا ہے رزق کشادہ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے)

کیا حجام دولتمند اور زمیندار مقروض نہیں ہوتے؟ تعلیم یافتہ طبقہ میں کتنی بے روزگاری ہے؟ چاندی دی ریت نہیں سونے دی توفیق نہیں۔ تعلیم یافتہ نوجوان چھابڑی لگا نہیں سکتا اور بڑے پیمانے پر کام کرنے کے لئے سرمایہ نہیں۔ اس لئے بیروزگاری عام ہے۔ ایک اسامی کے لئے ہزاروں درخواستیں آتی ہیں۔

کتاب وسُنّت کی تعلیم زندگی سنوار دیتی ہے۔ مثلاً قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک سے زندگی بسر کرو۔

عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ (سورہ

(ترجمہ۔ ان (عورتوں) کے ساتھ حسنِ سلوک سے زندگی بسر کرو)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں۔

وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا لِّتَعْتَدُوْا

(سورہ البقرہ رکوع ۲۹ پ ۲

(ترجمہ۔ اور ان (عورتوں) کو نقصان پہنچانے کے لئے بند نہ رکھو تاکہ تم ان پر زیادتی کرو)

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ اگر ایک نوجوان ان احکام پر عمل کرے تو اس کے لئے ہر ایک کے دل سے دعا نکلے گی یا نہیں اللہ تعالیٰ۔ رسول اللہ۔ سسرال سب اس سے راضی ہونگے۔ سب کہیں گے کہ لڑکا بڑا ہی شریف ہے۔ جب تک نبھا ہُوا عزت سے رکھا اور جب نبھا نہ ہو سکا تو جس طرح عزت سے لایا تھا اسی طرح عزت کے ساتھ اس کے والدین کے گھر چھوڑ آئے اور ہاتھ جوڑ کر عرض کرے کہ افسوس ہے کہ میرا اس سے نبھا نہیں ہو سکا۔ عطائے تو بلقائے تو بخشیدم۔ ایسے شریف لڑکے کے لئے شام سے پہلے کئی رشتے آئیں گے۔ ایسے شخص کی دُنیا اور آخرت دونوں سنور جائیں گی۔ اس کے مقابلہ میں ایک دوسرے لڑکے کو لیجئے۔ جو نہ تو نبھا کرتا ہے اور نہ طلاق دیتا ہے۔ معلق چھوڑ رکھا ہے۔ اس کے خلاف سب کی آہیں بارگاہِ الٰہی میں

باقی صفحہ ۱۸ پر

حضرت علیؓ کا خط بجانب امیر معاویہ

از صاحبزادہ ابوالفیض محمد امیر خسرو اشعری چشتی کمالیہ ہزارہ

البلاغہ جلد دوم مطبوعہ مصر صفحہ ۷ پر ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے امیر معاویہ کو یہ خط لکھا انه بایعنی القوم الذین بایعوا ابا بکر وعمر وعثمان علی ما بایعوهم علیه فلم یکن للشاهد ان یختار ولا للغائب ان یرد وانما الشوری للمهاجرین والانصار فان اجتمعوا علی رجل وسموه اماما کان ذالک رضی فان خرج من امرهم خارج بطعن او بدعة ردوه الی ما خرج منه فان ابی قاتلوه علی اتباعه غیر سبیل المومنین وولاه الله ما تولی ولعمری یا معاویة لئن نظرت بعقلک دون هواک لتجدنی ابرء الناس من دم عثمان ولتعلمن انی کنت فی عزلة منه۔

ترجمہ: تحقیق مجھ سے بیعت کی ہے ان لوگوں نے جنہوں نے ابوبکر و عمر و عثمان رضی اللہ عنہم سے بیعت کی تھی۔ انہی شرائط پر جن پر ان سے بیعت کی تھی۔ لہٰذا اب نہ حاضر کو اختیار ہے کہ کسی اور کو پسند کرے اور نہ غائب کو حق ہے کہ وہ میری خلافت کو رد کرے۔ بجز اس کے نہیں کہ مشورہ خلافت کا حق مہاجرین و انصار کو ہے۔ پس اگر مہاجرین و انصار کسی شخص پر متفق ہو جائیں اور اس کو امامت کے لئے نامزد کر دیں۔ تو وہ خدا کا پسندیدہ امام ہوگا۔ پھر اگر مہاجرین و انصار کے کام سے کوئی شخص مخالف ہو جائے کوئی اعتراض کرکے یا کوئی نئی بات نکال کر تو مسلمانوں کو چاہیئے کہ اس کو پھر اُس راہ کی طرف واپس لائیں جس سے وہ نکل گیا ہے اور اگر وہ نہ مانے تو اس سے قتال کریں۔ کیونکہ اُس نے ایمان والوں کی راہ کی مخالفت کی اور خدا اس کو اسی طرف پھیرے گا جدھر وہ پھرا۔ اور مجھے قسم ہے اپنی جان کی اے معاویہ اگر تم اپنی عقل سے غور کروگے۔ ہوائے نفسانی کو دخل نہ دوگے۔ تو یقیناً مجھے خون عثمانؓ سے بے تعلق پاؤگے اور یقیناً جان لوگے کہ میں اس خون سے علیحدہ ہوں۔

(۱) اشارات: جن لوگوں نے حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ رضی اللہ عنہم سے بیعت کی تھی انہیں نے حضرت علیؓ سے بیعت کی تھی معلوم ہوا کہ حضرت علیؓ میں اور ان تینوں میں کوئی شئی اختلاف نہ تھا (۲) مہاجرین و انصار جس کو امامت کے لئے منتخب کر لیں وہ خدا کا پسندیدہ ہوتا ہے (۳) مہاجرین و انصار کے منتخب کئے ہوئے کو نہ ماننے والا حضرت علیؓ کے نزدیک واجب القتل ہے۔

حضرت علیؓ کے نزدیک ابوبکرؓ و عمر فاروقؓ کی شان

وکان افضلهم فی الاسلام وانصحهم لله ولرسوله الخلیفة الصدیق وخلیفة الفاروق ولعمری ان مکانهما فی الاسلام لعظیم وان المصاب بهما لجرح فی الاسلام شدید یرحمهما الله وجزاهما باحسن ما عملا (نہج البلاغۃ مطبوعہ تہران جزو ۳) اہل تشیع کی کتاب ہے۔

ترجمہ: اسلام میں سب سے افضل اور سب سے زیادہ خدا و رسول کے دین کی خاطر نصیحت کرنے والا خلیفہ ابوبکر صدیقؓ اور خلیفہ عمر فاروقؓ ہے اور مجھے اپنی جان کی قسم ہے کہ ان دونوں کا مکان اسلام میں بہت بڑا ہے اور جو تکالیف ان دونوں کو پہنچی ہیں۔ ان سے اسلام کو بہت سخت صدمہ پہنچا ہے۔ اللہ ان دونوں پر رحم کرے اور ان دونوں کو ان کے اعمال کی جزائے خیر دے

"مصنفہ علامہ ابن میثم"

مناقب صحابہؓ

عن ابی سعید الخدریؓ۔ قال قال النبی صلی اللہ علیه وسلم لا تسبوا اصحابی (بخاری ومسلم)

ترجمہ: حضرت ابی سعید خدریؓ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ میرے صحابہ کو گالیاں مت دو۔ شرح مسلم میں ہے کہ اعلم ان سب الصحابة حرام ومن اکبر الفواحش۔ صحابہؓ کو گالی دینا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ عن ابی بردة عن ابیه قال رفع النبی صلی اللہ علیه وسلم راسه الی السماء وکان کثیرا مما یرفع راسه الی السماء فقال النجوم امنة للسماء فاذا ذهبت النجوم اتی السماء ما توعد وانا امنة لاصحابی فاذا ذهبت انا اتی اصحابی ما یوعدون واصحابی امنة لامتی فاذا ذهب اصحابی اتی امتی ما یوعدون (مسلم)

ترجمہ: حضرت ابو بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرمؐ نے اپنا سر اٹھا کر آسمان کی طرف نظر کی اور حضورؐ بہت دفعہ ایسا کیا کرتے تھے۔ حضور اکرم نے فرمایا ستارے آسمان کے لئے سبب امن ہیں جب ستارے جائیں گے تو پھر آسمان کو جو وعدہ الٰہی دیا گیا ہے۔ وہ ہوکر رہے گا۔ ای من الانشقاق والطی یعنی آسمان پھٹ جائے گا اور خداوند قدوس اس کو اپنے دائیں ہاتھ پر لپیٹ دیں گے اور میں سبب امن ہوں۔ اپنے صحابہ کے لئے جب میں ہٹ جاؤں گا۔ یعنی دنیا سے روپوش ہو جاؤں گا۔ تو پھر میرے صحابہ پر جو اللہ کے علم ازلی میں تحریر شدہ وعدہ ہے ہوکر رہے گا یعنی من الفتن والحروب۔ فتنے اور جنگ و قتال اور جب میرے اصحاب چلے جائیں گے۔ تو پھر میری اُمت پر حوادثات آئیں گے جو ان کو وعدہ دیا گیا ہے۔ من البدع والحوادث وذهاب الخیر ومجی الشر۔ بدعات۔ حوادثات۔ نیکی کا چلا جانا اور برائیوں کا آنا۔ عن جابر عن النبی صلی اللہ علیه وسلم قال لا تمس النار مسلما رانی او رای من رانی (ترمذی) **ترجمہ:** حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرمؐ نے فرمایا ہے جس مسلمان نے مجھے دیکھا (یعنی صحابی کو) یا جس نے میرے صحابی کو دیکھا (یعنی تابعی کو) آگ نہ چھوئے گی۔ عن عبد اللہ بن مغفل قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم من اذاهم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ (ترمذی)

حضرت عبداللہ بن مغفلؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا ہے۔ جس نے میرے صحابہ کو دکھ دیا اُس نے مجھے دکھ دیا اور جس نے مجھے دکھ دیا۔ اُس نے اللہ کو دکھ دیا۔ علمائے امت کا مذہب یہ ہے کہ صحابہ کو گالیاں دینے والے کافر ہیں۔ والسلام علی من اتبع السنة وترک الهوی واجتنب من الافراط والتفریط وعمل بما جاء فی القرآن والاحادیث وسلم عن سب الصحابة رضوان اللہ علیهم اجمعین۔ ... عند رسوله عظیم ... ... سب اصحابی ... بالله ... الحق حقا والباطل باطلا ... من المهتدین

اسلام اور اخلاق حسنہ

۴

از حکیم احمد حسن قریشی بھوئی گاڑ ضلع اٹک

(سلسلہ کے لئے ملاحظہ ہو "خدام الدین" مورخہ ۱۰ر اگست ۱۹۵۶ء)

اخلاق حسنہ میں اصل چیز نیت ہے

حسن اخلاق میں جہاں اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ یہ کام میں خداوند کا حکم سمجھ کر ادا کر رہا ہوں وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ فاعل کی نیت صحیح ہو۔ اسلام نے اپنی تعلیمات میں نیت یعنی قلبی ارادہ کو اور انسان کی اندرونی غرض و غایت کو ہر اچھے اور بُرے کام کی بنیاد قرار دیا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے سورۂ آل عمران رکوع ۱۵ میں فرمایا ہے کہ جو دنیا کا بدلہ چاہیگا اس کو ہم وہ دیں گے۔ اور جو آخرت کا بدلہ چاہے گا۔ اس کو وہ دیں گے۔

دوسری جگہ فرمایا۔ اے ایمان والو! تم اپنی خیراتوں کو احسان جتلا کر اور ستا کر برباد نہ کرو۔ جس طرح وہ اپنے مال کو برباد کرتا ہے۔ جو لوگوں کے دکھاوے کے لئے خرچ کرتا ہے اور خدا اور قیامت پر یقین نہیں رکھتا۔ بقرہ۔ رکوع ۳۶۔

اس آیت میں اس بات کی تصریح کر دی گئی ہے کہ جس کام کی نیت صرف نمائش اور دکھاوا ہو وہ سراب سے زیادہ حقیقت نہیں رکھتا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انہی آیات کی تفسیر اپنی زبان فیض ترجمان سے نہایت مختصر مگر جامع الفاظ میں اس طرح فرمائی ہے۔ انسان کے اعمال (کی قیمت) اس کی نیت پر موقوف ہے (صحیح بخاری باب اوّل)

مزید تصریح کے ساتھ دوسری جگہ اس طرح فرمایا۔ ہر شخص کے لئے وہی ہے جس کی وہ نیت کرے۔ تو جس کی ہجرت خدا و رسول کے لئے ہے تو اس کی ہجرت خدا و رسولؐ کی طرف ہے اور جس کی ہجرت کی غرض دنیا کمانا ہو یا کسی عورت کو پانا ہو کہ اس سے نکاح کرے تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہے۔ جس کی غرض سے اس نے ہجرت کی۔ صحیح بخاری باب ماجاء ان العمل بالنیۃ۔

الغرض عمل کا نیک و بد ہونا تمامتر نیت و ارادہ پر موقوف ہے۔ اور اسی لئے اخلاق [illegible] میں نیت کو خاص اہمیت حاصل ہے [illegible] تو اخلاق کا بڑے سے بڑا کام بھی حسن خلق کے دائرہ سے خارج اور روحانی خیر و برکت اور ثواب سے محروم رہ جاتا ہے۔

ایمان کے بغیر اخلاق حسنہ کی کوئی حیثیت نہیں ہے

ہم پہلے لکھ چکے ہیں کہ دنیا کا ہر اخلاقی قانون جو حکومت یا جماعت کی طرف سے ہو۔ حکومت یا جماعت اسے اپنی قوت سے اپنے متبعین پر نافذ کرتی ہے اس کے برعکس اسلام سب سے پہلے انسان کو اس چیز کی دعوت دیتا ہے کہ دنیا میں ایک ہستی موجود ہے جو ہمارے دل کے ہر گوشہ کو ہر طرف سے جھانک رہی ہے دنیا کی تمام قوتیں صرف جسم پر حکمران ہیں۔ مگر ایک قدرت والا ہے جو دل پر حکمران ہے۔ پھر اسی پر ہی بس نہیں۔ بلکہ اسلام کے نزدیک اس کے بعد یہ اعتقاد بھی ضروری ہے کہ ہم کو اس ہستی کے روبرو اپنے تمام کاموں کے لئے جواب دہ ہونا ہے اور ایک دن آئے گا کہ ہمیں اپنے اعمال کی سزا یا جزا ملے گی۔ اسی لئے شریعت محمدی علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ کو اصل قرار دیا ہے۔

چنانچہ فرمایا۔

اے ایمان والو اپنی خیراتوں کو جتا کر یا ستا کر برباد نہ کرو۔ جس طرح وہ برباد کرتا ہے جو اپنے مال کو لوگوں کے دکھانے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ اور خدا اور قیامت پر یقین نہیں رکھتا۔ بقرہ۔ رکوع ۳۶۔

خط کشیدہ حصے میں صاف ذکر ہے۔ کہ خدا اور قیامت پر یقین اصل ہے۔ دوسری جگہ فرمایا اور جو لوگ کافر ہیں۔ یعنی خدا و آخرت کو نہیں مانتے۔ ان کے کام ایسے ہیں جیسے میدان میں ریت کہ پیاسا اس کو پانی سمجھے۔ جب وہاں وہ جائے تو اس کو کچھ بھی نہ پائے۔ (نور رکوع ۵)

قیامت کے دن ہر چھوٹا بڑا عمل انسان کے سامنے ہوگا۔ فَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَّرَهٗ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَّرَهٗ۔ ان آیات میں یہ چیز روز روشن کی طرح واضح کر دی گئی ہے کہ خدا اور قیامت پر ایمان کے بغیر اعمال حسنہ کی کوئی حیثیت باقی نہیں رہتی بلکہ وہ ایک درخت ہے جس کا کوئی پھل نہیں ہے

اعمال حسنہ میں رضاء الٰہی شرط اعظم ہے

جس طرح اخلاق میں نیت اور ایمان باللہ اور ایمان بالآخرۃ بنیادی چیزیں ہیں۔ اسی طرح کوئی عمل اس وقت تک مقبول نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا منشاء رضاء خداوندی نہ ہو۔ انسان کے پاس دو ہی دولتیں ہیں جان اور مال اور انہی دو کو خدا کی راہ میں خرچ کرنا ایثار اور حسن عمل ہے۔ چنانچہ اللہ عزوجل فرماتے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو اپنی جان کو خدا کی خوشنودی کی خاطر بیچتے ہیں۔ اور اللہ بندوں پر مہربان ہے۔ بقرہ۔ رکوع ۲۵۔

دوسری جگہ مال کے بارے میں بھی اسی قسم کا ارشاد فرمایا۔ ملاحظہ ہو سورہ بقرہ رکوع ۳۶ اور ۳۷۔

پھر فرمایا۔ اور جو یہ تمام کام خدا کی خوشنودی کے لئے کرے گا۔ تو ہم اس کو بڑا اجر دیں گے۔ نساء رکوع ۱۷۔

الذی یوتی مالہ یتزکیٰ وما لاحد عندہ من نعمۃ تجزیٰ الا ابتغاء وجہ ربہ الاعلیٰ (سورۃ اللیل) جو اپنا مال پاکی اور صفائی حاصل کرنے کے لئے خرچ کرتا ہے۔ کسی کا اس پر احسان نہیں ہے۔ جس کو ادا کرنے کے لئے دیتا ہو۔ بلکہ وہ خدا کی ذات کی طلب کے لئے دیتا ہے۔

اس کی توضیح حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد مقامات پر فرمائی ہے۔ بخاری ج اول کتاب الجہاد میں ہے۔ ایک صحابی پوچھتے ہیں۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی اس لئے لڑتا ہے کہ غنیمت کا کچھ مال ہاتھ آ جائے۔ کوئی اس لئے کہ وہ بہادر کہلائے۔ کوئی اس لئے کہ اس کو شہرت حاصل ہو۔ تو ان میں راہ خدا میں لڑنا کس کو کہیں گے۔ فرمایا اس کو جو اس لئے لڑتا ہو کہ خدا کی بات بلند ہو۔

ترمذی میں ہے۔ حضرت ابوہریرہ نے خدا کی قسم کھا کر بیان کیا کہ آنحضرتؐ نے بیان فرمایا۔ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ عدالت کے لئے اُترے گا۔ اور ہر اُمّت اپنی جگہ گھٹنے ٹیکے ہوگی۔ اس وقت سب سے پہلے ان کی پیشی کا حکم ہوگا جو قرآن کے عالم تھے اور جو جہاد میں مارے گئے تھے اور جو دولت والے تھے۔ پھر اللہ تعالےٰ عالم سے پوچھے گا۔ کیا میں نے تجھ کو وہ سب کچھ نہیں سکھایا جو کہ اپنے پیغمبر پر اُتارا تھا۔ تو تم نے اس پر کیا عمل کیا۔ وہ عرض کرے گا۔ بار الٰہا! میں شب و روز نماز میں قرآن پڑھتا تھا۔ خدا

(باقی صفحہ [illegible] پر)

خامی کہاں ہے؟

از مولوی محمد صابر صاحب مسجد لائن والی اندرون شیرانوالہ گیٹ لاہور

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ط وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ ج وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى يُؤْمِنُوْا ط وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكٍ وَّلَوْ اَعْجَبَكُمْ ط اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ج وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِاِذْنِهٖ ج وَيُبَيِّنُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُوْنَ

(سورہ البقرہ رکوع ۲۷ پ ۲)

(ترجمہ:- اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے جبتک ایمان نہ لے آئیں اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے مشرک بی بی سے اگرچہ وہ تمکو بھلی لگے اور نکاح نہ کرو مشرکین سے جبتک وہ ایمان نہ لے آئیں اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک سے اگرچہ وہ تمکو بھلا لگے وہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف اور اللہ بلاتا ہے جنت اور بخشش کی طرف اپنے حکم سے اور بتلاتا ہے اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت حاصل کریں)

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ تَرْضَوْنَ دِيْنَهٗ وَخُلُقَهٗ فَزَوِّجُوْهُ اِنْ لَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ عَرِيْضٌ

(رواہ الترمذی مشکوٰۃ المصابیح کتاب النکاح ف ۲ ح)

(ترجمہ:- حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اگر کوئی ایسا شخص تمہارے پاس نکاح کا پیغام بھیجے جس کے دین اور خلق سے تم راضی اور خوش ہو تو اس کا پیغام منظور کر کے اس سے نکاح کر دو اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین پر سخت فتنہ برپا ہوگا)

حضرت انسان کو اللہ تعالیٰ نے مدنی الطبع بنایا ہے۔ لہٰذا تمام انسان فطری طور پر ایک دوسرے سے مل جل کر زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں۔ اور آپس [illegible] نسل پر غور کیجئے تو سب سے پہلے پروردگار عالم نے حضرت آدمؑ کی رفیقۂ حیات کو ان کی [illegible] سے پیدا فرمایا تاکہ پہلا جوڑا [illegible] زندگی بسر کر سکے [illegible] لِتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا کی عملی تفسیر [illegible] اصول [illegible] ہر اعتبار [illegible] نظر [illegible]

بھوک اور ہوس ملک گیری کے دیوانے چاروانگ عالم میں ظلم و جور سے ہر طرف پھیلے پڑتے ہیں۔ یہ شکل انسانی میں درندگی اور بہیمیت ہے۔ جس کا مظاہرہ یورپ۔ امریکہ اور روس کی اقوام شب و روز کرتی ہوئی نظر آتی ہیں۔ کہاں وہ فطری موانست و مواخات اور کہاں یہ ظلم اور یہ ہوسناکیاں۔ الامان۔ ہمارا خالق ارض و سما نے قرآن حکیم میں انسان کی درندگی کی یوں تشریح فرمائی ہے۔

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ اَيْدِي النَّاسِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝

(ترجمہ:- لوگوں کے اعمال کی وجہ سے بر و بحر میں فساد رونما ہو گیا ہے۔ حالانکہ اللہ بہت سے گناہ درگذر فرماتے ہیں)

حق تو یہ تھا کہ ایک ماں باپ کی اولاد ہونے کی صورت میں تمام انسان مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ پر عمل کرتے اور ارشاد نبوی کے مطابق صلہ رحمی کا پورا پورا حق ادا ہوتا رہتا۔ مگر ذاتی اغراض نے اس محبت کے پتلے کو فسق و فجور جنگ و جدال پر تقریباً ہر زمانے میں ہی آمادہ رکھا جس کا نتیجہ اس ظلوماً جہولا کے لئے دارین کی روسیاہی ہوئی۔ اور ملائکہ عظام کی پیش گوئی اس کوتاہ اندیش مٹی کے پتلے کے حق میں بڑی حد تک ٹھیک ثابت ہوئی جب کہ انہوں نے پیدائش آدمؑ پر حضور باری تعالیٰ میں عرض کیا۔

قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَآءَ

فرشتوں نے کہا کیا ایسے شخص کو خلیفہ بنائے گا جو زمین میں فساد کرے گا اور خون بہائے گا۔

باوجود ان بداعمالیوں کے خدائے رحیم و کریم کو اپنے خلیفہ کی اس پستی اور ذلت پر رحم آیا تو اس کی راہنمائی کے لئے حسب ضرورت انبیاء کرامؑ و صحائف آسمانی ہر زمانے کے مطابق اور خصوصیت سے سید الانبیاء کی بعثت پر انسانی زندگی کو جلا بخشنے والے ایسے ایسے احکام نازل فرمائے جنہوں نے اس کو اسفل السافلین سے نکال کر جنت الفردوس کا وارث بنا دیا۔ آدم [illegible]

افزائش نسل کے ذریعے یعنی نر و مادہ کے میل [illegible] کے مقام [illegible] مرحمت ہوئے جس

سے کبھی غلط راہروی کی نوبت ہی نہیں آتی۔ کیونکہ یہی مقام بدی اور نیکی کا مدار ہے۔ آیت مرقومۃ الصدر اور حدیث خیر الانام کا مفہوم ہمارے معاشرے میں یوں واضح ہوگا۔ کہ اگر زوجین دین حقہ سے عاری ہیں۔ اور ان کو معاشرت کے گر سکھانے والا کوئی مامور من اللہ نہیں ہے تو وہ اور ان کی ساری پود دنیا میں بھی ناکام ہوگی۔ اور آخرت میں بھی جہنم کا ایندھن بنے گی۔ یہی وجہ ہے کہ معلم حقیقی نے اپنے ارشادات گرامی میں زوجین کی بے دینی اور بد اخلاقی کو آئندہ نسل کے شر و فساد کا باعث قرار دیا ہے۔ اور دولہا اور دلہن کی دینداری اور حسن اخلاق کو زوجیت کے لئے تمام چیزوں پر ترجیح دیتے ہوئے حکم فرمایا ہے۔ کہ رشتہ داری کے موقع پر ہر طرح اسلامی شعار کو ملحوظ خاطر رکھا جائے دیکھئے ازدواجی زندگی میں الفت کی چاشنی پیدا کرنے کے لئے جانبین کو کتنے میٹھے الفاظ میں ہدایت فرمائی ہے۔ مردوں کو ارشاد فرماتے ہیں کہ خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِاَهْلِهٖ۔ تم میں وہ بہتر شخص ہے۔ جو اپنے گھر والوں سے اچھا سلوک کرتا ہے۔ اور ادھر عورتوں کو درس دینداری کے ساتھ ساتھ خاوند کے آداب کی تعلیم یوں دیتے ہیں۔

عَنْ اَنَسٍ رض قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْاَةُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَهَا وَصَامَتْ شَهْرَهَا وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَاَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَيِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَآءَتْ

رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ باب عشرۃ النساء ص ۲۸۳

ترجمہ:- انسؓ سے روایت ہے انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جب عورت پانچ نمازیں پڑھا کرے اور رمضان کے روزے رکھے۔ اور اپنی عفت کی حفاظت کرے (یعنی اپنے خاوند کے سوا غیر سے ناجائز تعلق نہ رکھے) اور اپنے خاوند کی فرمانبرداری کرے۔ تو بہشت کے جس دروازے سے چاہے داخل ہو جائے)

علیٰ ہذا القیاس ان کے علاوہ جانبین کو بے شمار نصیحتیں اور بھی دی گئی ہیں۔ کیونکہ اولاد والدین کی دینداری اور اخلاق کا ہی پرتو لے گی۔ عام مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بچہ جب ذرا ہوشیار ہوتا ہے تو ہر چیز کو بڑی گہری نظر سے تاکتا ہے۔ گویا ایک ننھا سا فوٹو گرافر ہے جو اپنے والدین کے اطوار و کردار کی عکاسی کر رہا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی بچے کی تربیت میں والدین کی عادات کا بہت بڑا اثر ثابت فرمایا ہے۔

كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُّوْلَدُ عَلٰى فِطْرَةِ الْاِسْلَامِ ثُمَّ اَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ

ترجمہ:- ہر بچہ فطرت اسلام پر پیدا ہوتا ہے۔ پھر اس کے ماں باپ اس کو یہودی

یا آگ پرست یا عیسائی بنا لیتے ہیں۔

لہٰذا اگر بچے کے سامنے آنکھ کھولتے ہی دینداری صدق اور صلح و آشتی کا ماحول ہوگا۔ تو بچہ غیر شعوری طور پر اس مبارک فضا سے اثر قبول کرے گا۔ اور ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دیندار ہو کر زندگی بسر کرے گا۔ اور اگر صورت حال اس کے برعکس ہوئی تو نتیجہ بھی ویسا ہی مرتب ہوگا۔ لہٰذا مختصر سی تشریح کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ارشاد (اگر دیندار اور با اخلاق کو رشتہ نہ دوگے تو زمین میں سخت فتنہ و فساد برپا ہوگا) کی حکمت سمجھ میں آجاتی ہے۔ یاد رکھئے اس طرح سے گھر کی محدود سی دنیا میں ملک و ملت کی تربیت کے اسباب مضمر ہیں کیونکہ افراد کے مجموعہ سے ہی حکومت بنتی ہے۔ موجودہ تہذیب کے علمبرداروں نے پیغمبر خدا کی بخشی کردہ ذہنیت کو اکثر و بیشتر اپنانے سے عملی انکار کر رکھا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گھر میں بہو ساس کی جنگ۔ اور میاں بیوی کا آپس میں بگاڑ اور اولاد کی نافرمانی و آوارہ گردی پھر انفرادی زندگی سے اجتماعی زندگی کی خرابیوں کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اب لوگ کہتے ہیں اجی ہمارے حکام اچھے نہیں ہیں اور ہمارے عوام کی ذہنیت بھی بگڑ چکی ہے۔ بھلا جس درخت کی جڑ کاٹ دی جائے وہ کبھی بارآور ہو سکتا ہے۔ تمہیں دینداری کب پسند ہے۔ تم رشتہ کرنے میں دنیا سستی لگاتے ہیں۔ محفل جماتے ہیں۔ جدید تعلیم والوں اور انگریزی مسلمانوں۔ حسب و نسب اور سرمایہ والوں کو تاکتے پھرتے ہو سے

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی کیں رہ کہ تو میری بترکستان است

تباہی کی بنیاد ہے زن مریدی
مصیبت یہ ہے اپنے ہاتھوں خریدی
جہاں چار پیسے ہیں ہاتھ آئے
وہیں سینکڑوں تم نے فتنے اٹھائے
سینما میں پہنچے کلب گھر کی سوجھی
نہ انجام سوچا نہ محشر کی بوجھی
میاں ہیں جو تقلید مغرب کے بس میں
تو بیوی نے کھائی ہیں فیشن کی قسمیں
بنی مرد میداں ہے ساڑھی کے اندر
کلب میں سٹیشن پہ گاڑی کے اندر

اتر بے حیائی کا ادلا دپر ہے!
نئی روز بنیاد بیداد پر ہے!
وہ بچے وہ معصوم وہ بھولے بھالے
وہ آنکھوں کی ٹھنڈک وہ دل کے اجالے
وہ موتی کھلونے بدی جن کو ڈھالے
تم ایسا بد آموز ماں باپ پالے
وگرنہ انہیں میں تھے موجود خالد
نہ جانے ہوئے کتنے مفقود خالد
کئے کس قدر تم نے نابود خالد
غرض ہو گئے دفن بے سود خالد

اگر ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مذکورہ بالا صرف ایک ہی فرمان کو صدق دل سے اپنا لیں تو ہماری حکومت پاکستان کی بنیادیں مضبوط کرنے کے لئے آئندہ نسلوں سے اس قسم کے افراد پیدا ہو سکتے ہیں جو دیانت۔ امانت۔ صداقت اور شرافت کے پتلے ہوں۔ اور اپنی خدمات کو مخلصانہ طریقے سے پیش کر کے ملک و ملت کے لئے از بسکہ مفید ثابت ہوں تاکہ رشوت ستانی۔ چور بازاری۔ عیاشی اور فحاشی کی نوبت ہی نہ آئے۔ اور ایسی پرامن اسلامی حکومت قائم ہو سکتی ہے کہ جس میں خلفائے راشدین کی حکومت جیسی جھلک نظر آئے۔ کیونکہ اسلام نے ہمیں دنیا میں قدم رکھتے ہی ایسا سبق دیا ہے کہ جس پر حکومت الہیہ کی محکم بنیاد رکھی جا سکتی ہے۔ لہٰذا جو لوگ مسلمان ہوتے ہوئے ازدواجی زندگی میں دینداری کو معیار نہیں بناتے وہ ایک ایسا جرم عظیم کر بیٹھتے ہیں کہ جس کی تلافی ہو ہی نہیں سکتی۔ حضور کے فرمان سے منہ موڑ کر کبھی عزت نہیں پا سکتے نہ دنیا میں اور نہ عقبیٰ میں۔ اگر ہم دین کو رشتہ کے معاملہ میں ترجیح دیں تو مسلمان قوم میں دینی تعلیم ایسی لازم ہو جائے کہ کوئی شخص بھی دین سے بے بہرہ نظر نہ آئے۔ لیکن ہم نالاں ہیں کہ اسکولوں اور کالجوں میں اسلامی تعلیم انگریزی کی طرح لازم کیوں نہیں ہوتی۔ بھلا کون لازم کرے۔ حکام تو وہی ہیں جو اس وقت کے مغربیت زدہ ماحول میں پرورش پا کر بڑے ہوئے اور ہم جیسی نالائق قوم نے ان کو ووٹ دے کر آگے کیا ہوا ہے۔ دودھ بلونے سے جیسے مکھن نکل آتا ہے ایسے ہی ہم نے یہ اپنا اصل اور نچوڑ آگے بھیجا ہے۔ حضور نے فرمایا ہے کہ أَعْمَالُكُمْ عُمَّالُكُمْ تمہارے حکام تمہارے ہی اعمال کی تصویر ہیں۔ تو ہم کیوں نہ اس گناہ سے سچی توبہ کرنے کا عہد کر لیں۔ اور آئندہ رشتہ لینے دینے میں دینداری کو کبھی نہ چھوڑیں۔ پھر توقع ہو سکتی ہے کہ آنے والی نسلیں صحیح اسلامی حکومت قائم کر کے پاکستان کو چار چاند لگا دیں گی۔ اور اگر حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی طرح ہمارے اندر روحانی امراض گھر کر گئے تو پھر کوئی بہتری کی توقع نہیں ہو سکتی۔

سرچشمہ باید گرفتن بمیل
چوں پر شد نشاید گذشتن بپیل

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب مسلمانوں کو عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ پاکستان کیلئے یہ تحفہ پیش کیا جاتا ہے گر قبول افتد زہے عز و شرف

بماند سالہا این نظم و ترتیب ! [illegible]
غرض نقشیست کز ما یاد ماند [illegible]
مگر صاحب دلے روزے برحمت
کند در کار درویشاں دعائے

بقیہ اسلام اور اخلاق
(صفحہ سے آگے)

فرمائے گا تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے کہ یہ جھوٹا ہے۔ پھر خدا فرمائے گا۔ تو تو اس لئے کرتا تھا تاکہ لوگ کہیں کہ تو بڑا عالم اور قرآن خواں ہے۔ تو دنیا میں تجھ کو یہ کہا جا چکا۔ پھر دولتمند سے خدا فرمائے گا۔

کیا میں نے تجھ پر دنیا کو کشادہ نہیں کیا تھا۔ یہاں تک کہ تو کسی کا محتاج نہ رہا عرض کرے گا۔ کیوں نہیں۔ اے میرے رب دریافت کرے گا تو میں نے جو کچھ تجھ کو دیا۔ اس میں تو نے کیا کیا۔ جواب دیگا۔ میں اہل استحقاق کا حق ادا کرتا رہا تھا اور خیرات دیتا تھا۔ ارشاد ہوگا تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے یہ جھوٹا ہے۔ پھر خدا فرمائے گا تو تو اس لئے یہ کرتا تھا کہ لوگ کہیں کہ تو بڑا سخی ہے تو یہ دنیا میں کہا جا چکا۔ اس کے بعد وہ لایا جائیگا جو جہاد میں مارا گیا۔ تو خدا اس سے دریافت کریگا تو کس بات کے لئے مارا گیا۔ کہیگا خدایا مجھے اپنی راہ میں جہاد کا حکم دیا تھا۔ تو میں لڑا۔ یہاں تک کہ مارا گیا خدا فرمائے گا تو جھوٹا ہے۔ فرشتے بھی کہیں گے یہ جھوٹا ہے۔ خدا فرمائے گا تو اس لئے لڑا تھا کہ لوگ تجھ کو بہادر کہیں۔ تو دنیا میں تجھ کو یہ کہا جا چکا۔ پھر آنحضرت ؐ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہیں جو سب سے پہلے جہنم میں ڈالے جائیں گے۔ ترمذی باب ما جاء فی الریاء والسمعۃ

حضرت معاویہؓ اس حدیث کو سنکر بہت روئے۔ پھر بولے خدا اور اس کا رسول ؐ سچا ہے۔ اور اس حدیث کی تائید میں قرآن مجید کی یہ آیت پڑھی۔

ترجمہ۔ جو کوئی دنیا کی زندگی اور اس کی رونق چاہتا ہے۔ تو ہم اس کا عمل اسی دنیا میں پورا کر دیں گے۔ بے کم و کاست۔ ان لوگوں کا آخرت میں کوئی حصہ نہیں۔ مگر دوزخ۔ اس دنیا میں انہوں نے جو بنایا وہ ضائع گیا۔ اور جو کیا وہ برباد گیا۔ (ہود)

الغرض اگر ہمارے اخلاق کی غرض و غایت خود غرضی اور ذاتی منفعت ہے۔ تو وہ ثواب سے خالی ہے۔ اور اسلام کی اخلاقی تعلیم اس سے بہت ہی بلند ہے۔ بلکہ ایک منظر اس کا وہ ہے جہاں رضائے الٰہی کی بجائے ذات الٰہی اس کی منزل ہو جاتی ہے۔ فرمایا۔ وَمَا تُنْفِقُونَ اِلَّا ابْتِغَاءَ وَجْهِ اللّٰهِ

(باقی)

وہ امور جو عذابِ قبر سے نجات دینے والے ہیں

(۳)

از جناب حاجی کمال الدین صاحب ضامدرسن کارپوریشن لاہور

مرنے کے بعد کفن کا لوٹا دینا

طبرانی اور ابوبکر البرقی سے روایت ہے کہ جب اہبان کا مرض زیادہ ہوا تو انہوں نے اپنے اہل کو حکم دیا کہ وہ ان کو کفن دیں اور قمیص نہ پہناویں تو وہ کہتے ہیں کہ ہم نے ان کو قمیص پہنا دیا۔ پس جب ہم نے صبح کی تو ہم نے دیکھا کہ قمیص مذکور تپائی پر رکھا ہے اور طبرانی نے عدیسہ بنت اہبان سے روایت کیا ہے کہ جب میرے باپ کو وفات حاضر ہوئی تو اس نے کہا کہ مجھ کو سلے ہوئے کپڑے میں نہ کفنانا تو جب وہ مر گئے اور ان کو غسل دیا گیا تو انہوں نے میرے پاس آدمی بھیجا کہ کفن بھیج دو۔ تو میں نے ان کی طرف کفن بھیج دیا۔ تو انہوں نے کہا اور قمیص تو میں نے کہا کہ میرے باپ نے مجھ کو اس سے منع کیا ہے کہ میں ان کو قمیص میں کفناؤں تو وہ کہتی ہیں کہ میں نے کسی کو دھوبی کی طرف بھیجا اور دھوبی کے یہاں میرے باپ کا قمیص تھا۔ تو وہ لایا گیا۔ پھر ان کو پہنایا گیا اور وہ ان کو لے گئے پس میں نے اپنا دروازہ بند کیا اور میں بھی ان کے پیچھے گئی اور جب میں لوٹی تو قمیص مذکور گھر میں رکھا تھا۔ تو میں نے ان لوگوں کی طرف آدمی بھیجا۔ جنہوں نے میرے باپ کو غسل دیا تھا۔ تو میں نے اُن سے کہا کہ تم نے ان کو قمیص میں کفنایا تھا تو انہوں نے کہا کہ ہاں تو میں نے کہا کہ وہ یہی ہے تو انہوں نے کہا کہ ہاں اور ابن النجار نے اپنی تاریخ میں خلف البرونی سے روایت کیا ہے کہ ایک آدمی مر گیا۔ تو اس کے لئے بیت الاکفان سے ایک کفن نکالا گیا تو وہ اس کی مقدار سے کچھ بڑا نکلا تو میں نے جتنا بڑھ گیا تھا۔ اس کو کتر لیا تو جب رات ہوئی تو کوئی آنے والا میرے پاس آیا اور اس نے کہا کہ تو نے خدا کے ولی پر طول کفن کے ساتھ بخل کیا۔ ہم نے تجھ پر تیرا کفن لوٹا دیا اور ہم نے اس کو کفن جنت میں کفنا دیا تو میں گھبرا کر بیت الاکفان کی جانب اُٹھا تو ناگہاں کفن مذکور اُس میں پڑا تھا۔

قبر سے میّت کا منتقل ہو جانا

ابونعیم سے مسلم الجندی سے روایت کیا ہے کہ انہوں نے کہا ہے کہ طاؤس نے اپنے بیٹے سے کہا تھا کہ جب تو مجھ کو قبر میں رکھے تو تو میری قبر میں دیکھنا۔ پس اگر تو مجھ کو نہ پاوے تو تو خدا کی تعریف کرنا اور اگر تُو مجھ کو پاوے تو انا للہ وانا الیہ راجعون۔ تو ان کے بیٹے نے خبر دی کہ اس نے دیکھا تو اس نے کوئی شے نہ پائی تو ان کے بُشرے میں خوشی نمایاں ہوئی۔

بیہقی نے دلائل (النبوت) میں انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ عمر بن الخطابؓ نے ایک لشکر تیار کیا اور ان پر علاء بن الحضرمی کو عامل مقرر فرمایا اور میں خود اس غزوہ میں شریک تھا تو جب ہم لوٹے تو علاءؓ کا راستہ میں انتقال ہوگیا۔ تو ہم نے ان کو دفن کر دیا۔ پس جب ہم ان کو دفن کر چکے تو ایک شخص آیا اور اُن سے کہا کہ یہ کون شخص تھا۔ ہم نے کہا کہ یہ خیر البشر ہے یہ ابن الحضرمی ہے۔ اُس نے کہا کہ یہ زمین مردوں کو پھینک دیتی ہے۔ پس اگر تم اس کو میل یا دو میل (کے فاصلے پر) کسی اور زمین کی جانب منتقل کرتے جو مردوں کو قبول کرتی ہے (تو عمدہ ہوتا) تو ہم نے ان کو کھودا۔ پس جب ہم لحد تک پہنچے تو ناگہاں اُس میں ہمارا صاحب نہیں ہے اور ناگہاں قبر منتہائے بصر تک ایک نور ہے کہ چمک رہا ہے تو ہم نے مٹی کو قبر کی طرف لوٹا دیا اور ہم چلا آئے۔ نیز یہ قصہ ابی ہریرہؓ سے بھی مروی ہے اور اس کو ابونعیم نے دلائل میں روایت کیا ہے اور لفظ اس کے یہ ہیں کہ وہ مر گئے تو ہم نے ان کو ریت میں دفن کر دیا۔ پھر کہا کہ درندہ آوے گا اور اُن کو کھا جاویگا۔ تو ہم نے کھودا اور ان کو اس میں نہیں پایا۔

فضیلتِ تسبیح

عبدالعزیز بن ابی وراد سے مروی ہوا ہے کہ مکّہ میں ایک عورت تھی۔ جو ہر روز بارہ ہزار تسبیح کیا کرتی تھی تو وہ مر گئی پس جب اس کو لے کر قبر تک پہنچے تو وہ لوگوں کے ہاتھوں سے لے لی گئی۔

قدوم میّت صالح کے لیے اہل قبور زینت کرتے ہیں

ابونعیم نے ایک جرجانی سے روایت کیا کہ جب کرز جرجانی مرے تو ایک شخص نے خواب میں دیکھا کہ گویا اہل قبور اپنی اپنی قبروں پر بیٹھے ہیں اور ان پر نئے کپڑے ہیں تو کسی نے کہا کہ یہ کیا ہے تو (ان میں سے) کسی نے جواب دیا کہ آمد کرز کے سبب اہل قبور کو نئے کپڑے پہنائے گئے ہیں (سو وہ اُن کے پاس آنے والے ہیں)

رواد عجلی کی قبر میں ریحان کا بچھونا

ابن ابی الدنیا نے مسکین بن بکیر رحمۃ اللہ سے روایت کیا ہے کہ جب رواد عجلی مرے اور ان کو قبر کی جانب اٹھایا گیا تو وہ ان کی قبر میں اُترے تاکہ اس کو اس میں اُتاریں تو ناگہاں لحد میں ریحان بچھ رہا ہے تو بعض لوگوں نے اس ریحان میں سے کچھ لے لیا تو وہ ستّر دن تک تر و تازہ رہا کہ متغیر نہ ہوتا تھا تو لوگ باگ صبح شام آ آ کر اس کو دیکھتے تھے تو اس میں لوگوں کی کثرت ہوئی تو اس کو امیر نے لے لیا۔ اور خوف فتنہ کے سبب لوگوں کو متفرق کر دیا پھر وہ امیر کے گھر سے گم ہوگیا یہ نہ معلوم ہُوا کہ وہ کیونکر گم ہُوا۔

قبر میں دستہ یاسمین کا دیکھنا

حافظ ابوبکر الخطیب سے روایت ہے کہ میری ماں گزر گئی تو میں (قبر میں) اُترا تاکہ اُن کو بغلی میں رکھوں تو میرے لئے اس قبر سے ایک دراڑ کھُل گئی جو اس سے متصل تھی تو ناگہاں ایک شخص ہے اور اس پر نیا کفن ہے اور اس کے سینہ

بقیہ صفحہ ۱۴ پر

مسدس

اصلاح کالج

از حضرت مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی لاہور

(۲)

بسلسلہ اشاعت ۳۱ اگست "خدام الدین" لاہور

ہوئیں جبکہ ناکام عیاریاں سب · یہ پادر ہوا نکلیں مکاریاں سب
گئیں رائگاں فتنہ پروریاں سب · ہوا ہو گئیں جب سیہ کاریاں سب
تو یورپ کو تدبیر سوجھی نرالی
کرو اسطرح ان کو ایماں سے خالی

کہ لندن سے بیدین استاد جائیں · جو لامذہبیت دلوں میں جمائیں
انھیں دین و ملت سے نفرت دلائیں · چڑھے جس قدر رنگ اپنا چڑھائیں
پھر اسکول و کالج میں انکو گھسیٹیں
مگر علم و تعلیم کا ڈھول پیٹیں

بتائیں کہ ہیں لوگ جاہل سراسر · بنائیں گے ہم ان کو عالم سخنور
نئی روشنی سے کریں گے منور · پھنسائیں انہیں خیر خواہی جتا کر
نصابوں میں بھی نیچریت ہو پنہاں
کتابوں میں لامذہبیت ہو پنہاں

یہی رنگ سادہ دلوں پر چڑھا دیں · اسی بات کو نقش اوّل بنا دیں
اور اس درجہ یورپ کی عظمت بٹھا دیں · کہ بدیوں کو بھی نیکیاں کر دکھا دیں
ہو بیدینیوں کا وہ ماحول چرچا
نہ ہو پائے اسلام کی بو بھی پیدا

ملازم وہی ہو جو بی۔ اے کیے پاس · نہ ہو جسمیں کچھ مذہبیت کا احساس
سرایت کرے جسمیں یورپ کی بو باس · اسی کو ہمیشہ ہو اعزاز کی آس
غرض ہر ترقی کا لالچ یہیں ہو
نہ ہو تو فقط دینداری نہیں ہو

یہ دولت کا لالچ یہ عزت کا لالچ · یہ عہدوں کا لالچ، حکومت کا لالچ
نئے کاروبار و تجارت کا لالچ · تعیش کا لالچ فراغت کا لالچ
اندھا دھند دنیا ڈھکی جا رہی ہے
پر ایماں کی دولت لٹی جا رہی ہے

پھر اس طرح سے اور الّو بنایا! · کہ فیشن کا اس درجہ خوگر کرایا
کہ آمد سے خرچہ ہوا ہے سوایا · کمایا بہت چین لیکن نہ پایا
پریشانیوں میں ہلاکت کے الجھن
کہ پھر بھر دیا دل میں شوق اکٹھن

جو اسلام میں تھے عقائد۔ عبادت · وہ اخلاق مسلم وہ کار معیشت
تو کار معیشت پر آئی یہ آفت · نہ احساس حلت نہ احساس حرمت
جو ناجائز ان کو کہے وہ ہی مجرم
جو یورپ کا گرویدہ ہو وہ ہے مسلم

عبادت کی غائب ہوئیں ساری باتیں · نہ روزے نمازیں نہ حج اور زکاتیں
نہ ورد و تلاوت سلام اور صلاتیں · نہ ذکر الٰہی کے دن اور راتیں
اب آدھا تو اسلام رخصت ہوا ہے
جو باقی رہا ہے فقط نام کا ہے!

نفاق آج اخلاق کہلا رہا ہے · کہ دل میں تو غصہ بہت آ رہا ہے
غرور و تنفر بڑھا جا رہا ہے · کہ کمبخت بیوقت کیوں آ رہا ہے
مگر ہے زباں پر تصنع بناوٹ
مسرت میں عیاریوں کی ملاوٹ

حسد بغض کینہ غرور اور نخوت · تکبر بخیلی دلوں میں کدورت
ہر احسان والے کا کفران نعمت · غریبوں کی توہین نفرت حقارت
نکالا ہے اخلاق کا یوں دِوالا
کہو پھر کہے کیا اسے کہنے والا

عقائد میں بگڑے ہوئے انتہا تک · خدا میں نبی میں قیامت میں بھی شک
نکالتے ہیں یورپ کے ذریعہ ہی دستک · حدیث اور قرآں کی تحریف آن تھک
پھر اس کو سمجھتے ہیں ایمان یہی ہے
جو یورپ کے پوجے مسلماں وہی ہے

(باقی)

شہادتِ حسینؓ کی اہمیت

از مولانا احمد رضا صاحب ایم اے فاضل دیوبند - لکھنؤ (انڈیا)

(گذشتہ سے پیوستہ)

امام حسینؓ کی شہادت کا پہلا درس یہ ہے کہ ان اللہ اشتریٰ من المومنین انفسھم واموالھم بان لھم الجنۃ - بے شک اللہ نے مومنوں کی جانوں اور مالوں کو جنّت کے بدلہ میں خرید لیا ہے - یعنی مومن کی جان اور مال اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور مومن کے پاس امانت کے طور پر رکھے ہوئے ہیں - لہٰذا امانت داری کا تقاضا یہ ہے کہ راہِ حق میں جانی قربانی کا مطالبہ ہو تو جان پیش کر دی جائے - یہی سچے ایمان کی شان ہے - امام حسینؓ اس آیت کی عملی تفسیر بن گئے -

شہادت حسینؓ کا دوسرا درس یہ ہے کہ افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جابر (الحدیث) یعنی سب سے بڑا جہاد یہ ہے کہ ظالم حاکم کے سامنے سچّی بات کہی جائے کیونکہ اس میں جان کا خطرہ ہے - امام حسینؓ نے اس تعلیم کا عملی نمونہ پیش کیا - یزید نے آپ سے بیعت کا مطالبہ کیا مگر آپ نے اس کو خلافت کا مستحق نہ سمجھ کر انکار کر دیا جس کی وجہ سے آپ پر مصائب کا پہاڑ نازل ہوا - لیکن آپ کے قدم کو لغزش نہ ہوئی اور آپ کا سر باطل کے سامنے نہ جھکا - آپ بڑے سے بڑے خطرے کو بھی خاطر میں نہ لا کر اصول پر قائم رہے اور اپنے عمل سے بتا دیا کہ اصول اور صداقت کے لئے اس طرح جان دی جاتی ہے ع

سر داد نداد دست در دست یزید

کربلا میں امام حسینؓ کے ہمراہی مٹھی بھر تھے اور آپ کا مقابلہ اس زمانہ کی سب سے بڑی سلطنت سے تھا لیکن آپ کو اپنے برحق ہونے کا اس قدر یقین تھا کہ باطل کی کثرت سے مرعوب ہو کر اصول و صداقت سے دستبردار نہ ہوئے - اور مقصد کے لئے لڑتے ہوئے جان دے کر زبان حال سے بتا دیا کہ انسان کو بہر حال اپنا کردار بلند رکھنا چاہئے اور راہ حق میں قلت و کثرت کو نہ دیکھنا چاہئے - کم من فئۃ قلیلۃ غلبت فئۃ کثیرۃ -

انسان اپنے قول سے نہیں بلکہ عمل سے پرکھا جاتا ہے - دعویٰ بلا دلیل کسی دنیوی عدالت میں بھی تسلیم نہیں کیا جاتا - خدائی عدالت میں کیونکر مقبول ہو سکتا ہے - دنیا میں ہر شخص خدا سے محبت کرنے کا مدعی ہے لیکن خدا تعالیٰ نے اپنے احکام کی اتباع کو اس دعوے کی صداقت کا معیار قرار دیا ہے - قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ - اے نبی ان لوگوں سے کہہ دیجئے کہ اگر تم کو اللہ سے محبت کا دعویٰ ہے تو میری اتباع کرو - یعنی میں جو احکام الٰہی لے کر آیا ہوں ان کو بجالاؤ تو اللہ تعالےٰ تم سے محبت کرے گا -

اعراب نے مومن ہونے کا دعوے کیا لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کے اس دعوے کو صرف اس بنا پر رد کر دیا کہ وہ عمل کی کسوٹی پر پورا نہ اترتا تھا - قالت الاعراب اٰمنا قل لم تومنوا ولکن قولوا اسلمنا - ولما یدخل الایمان فی قلوبکم -

امام حسینؓ اور آپ کے رفقا کی جو آزمائش کی گئی وہ اس میں پورے اترے اور "رجال صدقوا ما عاھدوا اللہ علیہ فمنھم من قضیٰ نحبہ" کے مصداق ٹھیرے اس کے برخلاف ان کے قاتل امتحان میں ناکام رہے - وہ امام حسینؓ کے حامی اور عشاق اور جان نثار ہونے کا دعوے کرتے تھے اور انہوں ہی نے خطوط اور قاصد بھیج کر ان کو کوفہ بلایا تھا لیکن جب ابن زیاد نے ان کو سخت سزا کی دھمکی دی اور دولت و ریاست کے سبز باغ دکھائے تو تمام عہد و پیمان کو بالائے طاق رکھ کر انہی حضرات کے گلے کاٹنے لگے جن پر درود و سلام بھیجتے تھے تاکہ دنیا حاصل ہو جائے چاہے دین برباد ہو جائے - اس سے ثابت ہوا کہ ان کے عشقِ حسینؓ کے دعوے محض زبانی تھے جن کا عملی ثبوت دینے سے وہ قاصر رہے - ان کے پہلو میں ایسے دل تھے جن کا بہت شور سنتے تھے لیکن چیرنے پر ایک قطرہ خون نہ نکلا - لِمَ تقولون ما لا تفعلون -

حدیث میں ہے کہ جو کوئی مخلوق کو راضی کرنے کے لئے اللہ کو ناراض کرتا ہے اللہ تعالےٰ اس کو یہ سزا دیتا ہے کہ اسے مخلوق ہی کے حوالہ کر دیتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کو تو وہ پہلے ناراض کر چکا ہوتا ہے مخلوق بھی اس سے رضی نہیں ہوتی - امام حسینؓ کے قاتلوں نے دنیا کے لالچ میں حکومت کو خوش کرنے کے لئے امام حسینؓ اور ان کے رفقا کا خون بہایا لیکن حکومت بھی اس سے خوش نہ ہوئی اور ان کو دنیا بھی نہ ملی جس کے لئے انہوں نے اپنے دین کو نظر انداز کر دیا تھا - کسی کو نہ عہدہ ملا نہ ریاست نہ دولت نہ کوئی اور صلہ - کچھ عرصہ بعد سب کے سب قتل حسینؓ کی پاداش میں ذلت کے ساتھ ہلاک کئے گئے - فاعتبروا یا اولی الابصار -

مبادا دل آن فرومایہ شاد
کز بہر دنیا دہد دین بباد
کجا عقل با شرع فتویٰ دہد
کہ اہل خرد دین بدنیا دہد

معرکہ کربلا میں بظاہر حکومت کی فتح ہوئی اور امام حسینؓ کو شکست کیونکہ آپ اور آپ کے رفقاء شہید ہوئے اور حکومت بنی اُمیّہ بدستور قائم رہی - لیکن یہ خیال فتح و شکست کے غلط تصوّر پر مبنی ہے - در اصل اخلاقی اور روحانی فتح امام حسینؓ ہی کی ہوئی - آپ کا نام آج تیرہ سو برس بعد بھی تاریخ کے صفحات پہ آفتاب سے زیادہ آب و تاب کے ساتھ روشن ہے اور آپ کا پیغام زندہ جاوید ہے - اہل دنیا کے حافظہ میں آپ کی شہادت کا واقعہ صدیاں گزر جانے پر بھی ایسا تازہ ہے گویا آج ہی ہوا ہے - آپ کی جسمانیت ختم ہو گئی - لیکن روحانیت باقی ہے جو کلام اللہ کی اس آیت کی تصدیق کر رہی ہے - لا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات بل احیاء -

اس کے برخلاف آپ کے قاتلوں کا نام لیوا آج کوئی نہیں ہے اور یہی حق و باطل میں تمیز کرنے کا سب سے بڑا معیار ہے - جاء الحق وزھق الباطل

سعدیا مردِ نکو نام نمیرد ہرگز
مردہ آنست کہ نامش بنکوئی بزند

واقعہ کربلا محرم ۶۱ھ میں ہوا - لیکن محرم کا مہینہ اس سے پہلے ہی اہم اور مقدس مانا جاتا تھا - حدیث میں ہے - عن ابی ھریرۃ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال افضل الصیام بعد شہر رمضان شہر اللہ المحرم ... رواہ الترمذی (حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رمضان کے بعد اللہ کے مہینہ محرم کے روزے افضل ہیں)

ایک صحابی نے دریافت کیا یا رسول اللہ

ای شھر تامرنی ان اصوم بعد شھر رمضان (یا رسول اللہ آپ ماہ رمضان کے بعد مجھے کس ماہ کے روزے رکھنے کا حکم دیتے ہیں؟) آپؐ نے فرمایا ان کنت صائما بعد شھر رمضان فصم المحرم فانہ شھر اللہ تعالیٰ فیہ یوم تاب فیہ علی قوم ویتوب فیہ علی قوم آخرین (اگر تم ماہ رمضان کے بعد روزے رکھنا چاہتے ہو تو محرم میں رکھو کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا مہینہ ہے۔ اس میں ایک ایسا دن ہے جس میں اللہ نے ایک قوم کی توبہ قبول کی تھی اور اسی دن ایک اور قوم کی توبہ قبول کرے گا)

ایک اور حدیث میں ہے کہ کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یامر بصیام یوم عاشوراء ویحثنا علیہ۔ فلما فرض رمضان لم یامرنا ولم ینھنا عنہ ولم یتعاھدہ (رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یوم عاشورا یعنی دسویں محرم کے روزے کا حکم دیتے تھے اور ہم کو اس کی ترغیب دیتے تھے۔ جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو آپؐ نے ہم کو عاشورا کے روزے کا نہ حکم دیا نہ اس سے منع کیا اور نہ اس کے متعلق عہد لیا)

صحیحین میں ہے کہ قدم رسول اللہ المدینۃ فرای الیھود تصوم یوم عاشوراء فقال ماھذا قالوا یوم صالح انجی اللہ فیہ موسیٰ و بنی اسرائیل من عدوھم فصامہ فقال انا احق بموسیٰ منکم فصامہ وامر بصیامہ (جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو آپ نے دیکھا کہ یہودی عاشورے کے دن روزہ رکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا یہ کیسا روزہ ہے لوگوں نے کہا کہ یہ ایک مبارک دن ہے جس میں اللہ نے موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کو ان کے دشمن سے نجات دلائی تھی۔ اس لئے موسیٰؑ نے اس دن روزہ رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں موسیٰؑ کا حقدار تم سے زیادہ ہوں۔ چنانچہ آپؐ نے اس دن روزہ رکھا اور روزہ کا حکم دیا)

ایک اور روایت میں ہے کانوا یصومون عاشوراء قبل ان یفرض رمضان وکانوا یوما تستر فیہ الکعبۃ فلما فرض رمضان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من شاء ان یصومہ فلیصمہ ومن شاء ان یترکہ فلیترکہ (رمضان کے روزے فرض ہونے سے پہلے لوگ عاشورے کو روزہ رکھا کرتے تھے۔ اس دن کعبہ پر غلاف چڑھایا جاتا تھا جب رمضان کے روزے فرض کئے گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا جو اس دن روزہ رکھنا چاہے رکھے اور جو نہ رکھنا چاہے نہ رکھے۔ عاشوراء محرم کے متعلق روزے کے سوا کوئی چیز ثابت نہیں ہے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوٰۃ علی خیر خلقہ سید المرسلین وعلی آلہ الطاھرین واصحابہ اجمعین۔

بقیہ۔ وہ امور جو عذاب قبر سے نجات دینے والے ہیں

(صفحہ ۱۳ سے آگے)

پر ایک یاسمین کا تازہ دستہ رکھا ہے۔ تو میں نے اس کو لیا اور سونگھا تو ناگہاں وہ مشک سے بھی زیادہ پاکیزہ تھا اور اس کو اُن لوگوں نے بھی سونگھا جو میرے ہمراہ تھے۔ پھر میں نے اس کو اسی جگہ رکھ دیا اور دراڑ کو بند کر دیا۔

قبر میں ریحان کا دیکھنا

حافظ ابو الفرج بن الجوزیؒ نے اپنے بعض شیوخ سے ذکر کیا ہے کہ امام احمد رحمۃ اللہ کی قبر کے نزدیک ایک قبر کھل گئی تو ناگہاں سینۂ میت پر ایک ریحانہ لہرا رہا ہے۔

قبر میں کفن میت سے خوشبوئے مشک کا آنا

ابن جوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تاریخ میں ذکر کیا ہے کہ ۱۷۶ھ میں بصرے میں ایک ٹیلہ کھل گیا اور اس میں حوض جیسی سات قبریں نکلیں اور اُن میں سات آدمی تھے جن کے بدن صحیح اور سالم تھے اور اُن سے مشک کی خوشبو آتی تھی۔ اُن میں ایک نوجوان آدمی تھا جس کے پٹے تھے۔ اور اس کے بھون پر تری تھی گویا کہ اُس نے پانی پیا ہے اور گویا اس کی آنکھوں میں سرمہ لگا تھا اور اس کی کوکھ میں ایک ضرب تھی تو حاضرین میں سے کسی نے اُس کے کچھ بال لینا چاہے تو ناگہاں وہ مضبوط اور مستحکم تھے۔

ابن سعد نے طبقات میں ابی سعید خدریؓ سے روایت کیا ہے کہ اُنہوں نے کہا کہ میں اُن لوگوں میں شامل تھا جنھوں نے البقیع میں سعد بن معاذ کی قبر کھودی تھی اور جب ہم اُن کی قبر سے مٹی کھودتے تھے تو ہم پر مشک کی خوشبو مہکتی تھی یہاں تک کہ ہم لحد کی جانب پہنچے۔

قرآن پڑھنا اور روزہ رکھنا قبر میں بوئے مشک کا موجب ہے

ابن ابی الدنیا نے مغیرہ بن حبیبؓ سے روایت کیا ہے کہ ایک شخص کسی کو خواب میں دکھائی دیا تو اُس سے کہا گیا کہ یہ مشک کی خوشبو کیا شے ہے جو تیری قبر میں پائی جاتی ہے تو اُس نے کہا کہ یہ تلاوت قرآن اور پیاس کی خوشبوئیں ہیں۔

حوریں اپنے خاوند کے منہ میں جنت کا میوہ دیتی ہیں

امام احمد نے جابر بن عبداللہؓ سے روایت کیا ہے کہ ہم حضورؐ کے ہمراہ ایک سفر میں تھے کہ ایک اعرابی آیا اور اس نے کہا کہ آپ مجھ پر اسلام پیش فرمائیے۔ ہم اسی حالت میں تھے کہ وہ اچانک اپنے اُونٹ سے سر کے بل گرا پڑا اور مرگیا۔ تو حضورؐ نے فرمایا کہ یہ ہے جس نے محنت تو تھوڑی کی اور نعمت بہت پائی۔ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ بھوکا مرا ہے۔ میں نے حور عین سے اس کی دو بیبیوں کو دیکھا کہ وہ اس کے منہ میں جنت کے میوے ٹھونس رہی ہیں۔

حضرت جعفرؓ کا جنت میں فرشتوں کے ساتھ اُڑنا

ترمذی اور حاکم نے ابی ہریرہؓ سے اور اُنہوں نے حضورؐ سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا ہے کہ میں نے جعفرؓ کو دیکھا کہ وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ اُڑ رہے ہیں اور حاکم نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ حضورؐ نے فرمایا ہے کہ میں کل کی رات جنت میں داخل ہوا تو میں نے اُس میں دیکھا کہ جعفرؓ فرشتوں کے ساتھ اُڑ رہے ہیں اور ناگہاں حمزہؓ ایک تخت پر تکیہ لگائے بیٹھے ہیں اور اپنے اصحاب میں سے بہت لوگوں کا ذکر فرمایا۔ باقی باقی

انسان گھر گھر پیدا ہوتے ہیں مگر .... انسانیت؟

از مولینا فضل الرحمن صاحب قاصر بٹل ضلع ہزارہ

"انسان گھر گھر پیدا ہوتے ہیں۔ لیکن انسانیت ہر گھر پیدا نہیں ہوتی"

یہ ہیں وہ الفاظ جو ایک ایسے رسالہ میں اتفاقاً نظر سے گزرے۔ جس کے نام سے بھی دینی غیرت مندوں کو گھن آئے بغیر نہ رہے گی۔ رسالہ فلمی دنیا سے متعلق ہونے کے سبب فحش ادب اور عریاں تصاویر پیش کرنے میں ہند و پاک میں ممتاز شہرت کا مالک ہے۔

ہمیں اس سے سروکار نہیں کہ اس کے ذریعے روزانہ کتنے معصوم دل عاشق و معشوق کی اٹھکیلیوں میں مبتلا ہوتے اور کتنے نفوس عشق و رقابت کے داموں میں پھنستے رہتے ہیں۔ بلکہ سوال یہ ہے کہ اس قسم کے روحانیت کش رسائل و جرائد میں آخر اس قسم کے قیمتی الفاظ و فقرات کیوں نظر آتے ہیں۔

بات یہ ہے اور حقیقت پر مبنی ہے۔ کہ آج کل ہوا ہی کچھ ایسی چلی ہے کہ دنیا علم برائے علم کے نظریہ کی پابند ہوتی جا رہی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ علم و ہنر تو عام مگر عمل و تعمیر کا قحط و فقدان ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی خاص طبقہ یا کسی خاص ملک کے باشندے اس نظریہ کو ہوا دیتے اور پھیلاتے ہیں۔ بلکہ ہر ملک و ملت کے افراد اپنی اپنی حیثیت اور اپنے اپنے درجہ میں اس کو اچھالنے میں شاداں و سرگرداں ہیں۔ الا ماشا واللہ۔

دور نہ جایئے اپنی قریبی دنیا کا بغور مطالعہ فرمایئے۔ بے دین اور خدا سے برگشتہ مخلوق تو درکنار۔ مسلمانوں کے طبقہ علماء میں بھی آپ کو بے شمار ایسے حضرات ملیں گے۔ جو تقویٰ و عبادت اور رضائے الٰہی کے ایک ایک لفظ پہ درسگاہوں اور اجتماعوں میں تقریر فرما لیتے ہیں لیکن عمل کے درجہ میں وہ ایک عامی سے کم تقویٰ داری۔ عبادت گزاری اور حصول رضائے الٰہی سے دور پھرتے نظر نہیں آتے۔ صاحبان طریقت کو جانچیئے تو وہ اپنے مریدوں اور عقیدتمندوں کے جھرمٹ میں تزکیہ نفس اور ریاضت کے ایک ایک حرف کا پوسٹ مارٹم ایسے عارفانہ انداز سے فرماتے ہیں کہ سننے والے وجد میں آ کر جھوم جھوم جاتے ہیں۔ لیکن اُن کی ذاتی عملی زندگی ان برکات سے محروم اور دوسری آلائشوں سے ملوث دکھائی دے گی۔ تاجروں کو دیکھیئے تو ہر تاجر و سوداگر (خواہ وہ ساکن قسم کا ہو یا متحرک قسم کا) دغا۔ فریب و کم تول کر دینے اور زیادہ تول کر لینے کے نقصانات بیان کر کر کے زمین و آسمان کے قلابے ملا دے گا۔ لیکن جب کسی سے واسطہ پڑا اور موقع ہاتھ آیا تو ہاتھ پر ہاتھ اس طرح مارے گا کہ ڈکیتی اور جیب تراشی کے تمام ریکارڈ توڑ کر رکھ دے گا۔ معلمین و مدرسین حضرات کو ٹٹولیئے تو طلبا کے نازک کندھوں پر پند و نصائح کا ایک گراں بار گٹھڑ لادتے معلوم ہونگے لیکن تعلیم گاہ اور مدرسہ سے باہر ان کی اپنی زندگی ان تمام قیود سے آزاد اور سبکدوش نظر آئے گی۔ عدالتوں میں جا کر عادلان کرام سے ملاقات فرمایئے تو ذکر چھڑنے پر وہ بے انصافی کی وہ قباحتیں اور عدل کی وہ وہ خوبیاں بیان فرماویں گے۔ کہ عدل جہانگیری کا دور دورہ نظروں میں رچ جائے گا۔ لیکن ایک فریادی کی حیثیت سے اگر شرف دیدار نصیب ہوا تو انصاف خریدنے کے لئے آپ کو قیمت ادا ہی کرنا پڑے گی۔ تکبیر کے نعرے جب بلند ہوں "زندہ باد اور مردہ باد" کی گلباری اور بمباری جب شروع ہو، تو عوام کے ہجوم میں آپ ان گنت ایسے لیڈر اور قائد پا لیں گے۔ جو اپنی زندگی کو قوم و ملک کی خدمات کے لئے وقف ظاہر کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہتے ہیں۔ لیکن اقتدار اور اختیارات کے اعلےٰ عہدوں پر جب فائز ہو جاتے ہیں تو بجائے خادم کے مخدوم بن کر دیانت کو خیانت کے مقابلہ میں ٹھکرا دیتے ہیں حکومتیں اور سلطنتیں جب بنتی ہیں تو اپنے ساتھ ہی اپنی رعایا کے بناؤ کے سامان دستور اور قانون کی شکل میں لاتی ہیں۔ لیکن قدم جمتے ہیں تو بجائے بناؤ کے رعایا میں بگاڑ اور بجائے تعمیر کے تخریب ہی کا پلّہ بھاری رہتا ہے۔ آخر کیوں؟ اس لئے کہ قول و فعل۔ علم اور عمل جب آپس میں متصادم ہوتے اور ٹکراتے ہیں تو اس ٹکراؤ کا نتیجہ یہی حاصل ہوتا چلا آیا ہے اور جب تک یہ تضاد باقی رہے گا۔ یہ اور اس قسم کے مظاہرے ہوتے ہی رہیں گے۔ جس کی وجہ یہ اور صرف یہ ہے کہ پہلے تو ہم اس برائی کو محسوس ہی نہیں کرتے۔ پھر اگر کوئی شاذ قسم کا احساس پیدا ہوتا بھی ہے تو ہمارے غور و فکر کا محور وہی گندہ ماحول وہی بدبودار معاشرہ ہوتا ہے۔ جس نے ہمیں روز اول سے قول و فعل علم و عمل کے اتحاد سے باز رکھا ہے تو نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ماحول کی سحر آفرینیاں اُس پیدا شدہ احساس کو پھر سُلا کر رکھ دیتی ہیں۔ ان تمام حقائق کو سامنے لا کر اگر سوچا جائے تو ایک فلمی اور فحش رسالہ میں کسی کی نوک قلم پر اس قسم کے وزنی اور ٹھوس فقرات کا آ جانا کوئی خلاف واقعہ چیز نہیں ہے۔ حقیقت کچھ ہی ہو اور لکھنے والا خواہ کوئی ہو۔ لیکن ماننا پڑے گا کہ اس عبارت میں ہمارے لئے دعوت فکر کا جو سامان جس خوبی اور حسن کے ساتھ موجود ہے وہ واقعی قابل قدر اور قیمتی ہے۔ اگر غلاظت کے اندر سے ہیرا اٹھا کر لے لینا کوئی عیب نہیں تو فلمی رسالے کی عبارت سے استفادہ کرنا بھی کسی صورت میں معیوب نہیں ہو سکتا۔

ہمیں تو "انظر الیٰ ما قال ولا تنظر الیٰ من قال" کے اصول کے تحت محض یہ دیکھنا ہے کہ بولنے والا کیا بول رہا ہے۔ اگر ہم یہ دیکھنے لگ گئے کہ کون بول رہا ہے تو یہ ہماری تنگ نظری و کوتاہ بینی ہوگی۔ محسن انسانیت حضرت سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ الحکیم فحیث وجدھا فھو احق بھا کی جو مشعل اپنے فرمان یا عرفان کے ذریعہ فروزاں فرمائی ہے۔ اس کی روشنی میں ہمیں کافی سے زیادہ عالی ظرفی اور وسیع النظری حاصل ہو سکتی ہے۔ اگر یہ صلاحیت ابھر جائے تو پھر خود بخود مذکور الصدر عبارت کی حقانیت و افادیت نمایاں ہو سکتی ہے۔

غور کا مقام ہے کہ اس فقرہ (انسان گھر گھر پیدا ہوتا ہے۔ لیکن انسانیت ہر گھر پیدا نہیں ہوتی) کی عمارت صرف دو ستونوں پر قائم ہے اور اس بنیاد پر قائم ہے کہ صاحب قول ادیب یا خطیب نے اپنی قلمکاری اور علمداری سے نوع انسانی کی فراوانی اور صفت انسانی کی کمیابی اور گرانی کی طرف خوب اشارہ کیا ہے اور ایک تڑپ کو ظاہر کرنے کی کوشش فرمائی ہے۔ سردست ہمیں اس سے بحث نہیں کہ انسانیت کیا ہے؟ اور نہ ہی اس سے غرض ہے کہ انسانیت کا معیار کیا ہے۔ بلکہ یہ تجزیہ کرنا ہے کہ ہمارے نزدیک انسانیت کی اہمیت و قدر کیوں ہے؟ صرفیوں اور نحویوں کے نزدیک اس فقرہ میں انسان "موصوف" اور انسانیت

موصوف کے وجود پر اور موصوف اپنی صفت کے وجوب پر دلالت کرتا ہے۔ فلسفی کہتے ہیں کہ ہر وجود میں ایک جوہر ہوتا ہے جو ظاہر و حاصل ہو جائے تو وجود کی اقدار بڑھ جاتی ہیں ورنہ وہ وجود باوجود موجود ہونے کے بیکار و بیہودہ پڑا رہتا ہے۔ حکماء کی تحقیق یہ ہے کہ" کائنات کے ہر ایک ذرہ میں ایک خاصیت ہوا کرتی ہے اور وہی خاصیت ذرہ کو بقا بخشتی ہے۔ اگر خاصیت فنا یا مفقود ہو جائے تو ذرہ بھی مٹ جاتا ہے" صوفیائے کرام کا فیصلہ ہے کہ اس کارخانہ عالم کی دو دو کیفیتیں ہیں۔ ایک کیفیت کو وہ ظاہر سے اور دوسری کو باطن سے تعبیر کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ظاہری کیفیت اس وقت تک ناقابلِ قبول ہوتی ہے۔ جب تک کہ باطنی کیفیت بھی اس کے مطابق نہ ہو۔ فقہاء کے نظریہ کے تحت زیر بحث فقرہ میں انسان، مجاز اور انسانیت، حقیقت ہے اور یہ سب کے ہاں مسلم ہے کہ مجاز پر ہمیشہ حقیقت کو ترجیح و فوقیت اور برتری حاصل ہے۔ خیر یہاں متکلمانہ بحث مقصود نہیں۔ بلکہ سیدھے الفاظ میں جو کچھ سامنے لانا ہے۔ وہ یہ ہے کہ ان تمام اقوال و نظریات میں گو لفظی اختلاف ضرور ہے لیکن معنوی حیثیت سے ان سب کا آپس میں نمایاں اشتراک و اتحاد ہے۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ جس طرح سورج اپنی چمک اور گرمی کی وجہ سے سورج۔ پانی اپنی مائیت کی بنا پر پانی۔ آگ اپنی گرمی کی برکت سے گرمی۔ اور برف اپنے انجماد اور خنکی کی وجہ سے برف۔ دن اپنی روشنی کی وجہ سے دن۔ اور رات اپنی تاریکی کی وجہ سے رات ہے۔ عین اسی طرح انسان بھی اپنی انسانیت ہی کے بدولت انسان کہلانے کا مجاز ہے۔ انسان کو اگر انسانیت سے الگ کر کے کچھ کہا جا سکتا ہے تو صرف یہ کہ وہ انسانی لباس میں ایک وحشی یا زیادہ سے زیادہ بول سکنے والا انسان ہے۔ جس کو کہ قرآن کریم کی زبان میں اولئٰک کالانعام بل ھم اضل چوپایہ سے بھی بدتر قرار دیا گیا ہے۔ یا یوں سمجھ لیجئے کہ انسان کو حیوان سے ممتاز کرنے والی چیز تو انسانیت اور صرف انسانیت ہے۔ جو لوگ انسانیت کو انسان کا خاصہ اور جزو لاینفک نہیں مانتے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ خود فریبی کے مرض کا شکار ہیں اور یہ مرض بڑھتا ہی رہے گا تا وقتیکہ وہ اس کی افادیت اور اہمیت کے آگے سر تسلیم خم نہ کر دیں۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے انسانیت بولنے چالنے، چلنے پھرنے، کھانے پینے۔ سونے جاگنے کا نام

دوسری مخلوق بھی انسان سے ہرگز ہرگز پیچھے نہیں حیوان اگر ان کی بولی نہیں بول سکتے تو خود ہی انصاف فرمایئے کہ انسان کہاں تک پرندوں چرندوں اور درندوں کی بولیاں بول سکتا ہے ہم اگر بعض پالتو جانوروں کو اپنی آواز و حرکت کے ذریعہ اپنے مطالب سمجھاتے ہیں۔ تو وہ مخلوق بھی اپنے انداز سے ہمیں اپنے اغراض جتلاتی ہے۔

خوش پوشی اور محنت کوشی میں اگر انسان اپنی انسانیت کا مظاہرہ کرتا ہے تو طاؤس کی خداداد خوبصورتی پر تمام خوش پوشیاں اور چیونٹی کی اولوالعزمی پر (کہ وہ اپنے اصل وزن سے سو گنا بوجھ کھینچتی ہے) انسان کی تمام جفاکشیاں اور پہلوانیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔ صنعت گری اور دستکاری میں اگر انسان انسانیت کے خواب دیکھتا ہے تو یہ بھی ایک بے معنی سی بات ہے۔ اس لیئے کہ انسان کی عقل کی بلند پروازیاں آج بھی مکڑی کے باریک جالے (بیت عنکبوت) بھڑوں اور شہد کی مکھیوں کے چھتے کا جواب پیدا کرنے سے قاصر ہیں۔

ہاں فرق اگر ہے تو صرف خوراک میں۔ اور وہ یہ کہ غیر انسانی مخلوق تو نباتات و ماکولات بغیر پکائے کھا جانے میں مزہ پاتی ہے۔ اور انسان پکا کر مرچ مسالے ڈال کر ذائقہ پاتے ہیں۔ یا زیادہ سے زیادہ وہ ویسے ہی زمین پر ڈال کر یا پنجوں میں تھام کر کھاتے رہتے ہیں اور انسان طشتریوں میں ڈال کر اپنا کھانا کھاتے ہیں اور اس لحاظ سے ہم ستھرے اور وہ گندے حیوان ہیں۔ لیکن بعض جانور مثلاً شیر وغیرہ بھی ایسے صفائی پسند ہوتے ہیں کہ صرف اپنے ہی ہاتھ کا کیا ہوا شکار کھاتے ہیں۔ جھوٹی قسم کی خوراک کو وہ دیکھتے تک بھی نہیں۔

پس معلوم ہوا کہ انسانیت ان اوصاف اور مساوات سے بالاتر کسی دوسری امتیازی خوبی کا نام ہے۔ جس کی برکت سے انسان اور حیوان میں تمیز ہو سکتی ہے۔ اور اس میں مضبوطی کے ساتھ باقی رہتی ہے کہ اس کو پانے کے بعد ایک روشن دماغ انسان اپنی جان سے تو ہاتھ دھو بیٹھنا قبول کر لیتا ہے...... لیکن اس قیمتی بہا کو ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ میری نظر میں معیاری انسانیت سے اپنے تن بدن کو آراستہ کرنے کی واحد سبیل اگر ہے تو وہ عمل بالقرآن اور اتباع سنت خیرالانام ہے جس کے تعین کی تفصیلی بحث انشاء اللہ آئندہ ہدیۂ قارئین ہوگی۔ اس وقت صرف انسانیت کی اہمیت کا احساس دلانا مقصود تھا۔

خدا کرے کہ یہ حقیر کوشش اکارت نہ جائے آمین

بقیہ مجلس ذکر

صفحہ ۸ سے آگے

جائیں گی ؎

بترس از آہِ مظلوماں کہ ہنگام دعا کردن
اجابت از درِ حق بہر استقبال مے آید

مسلمان تعلیم کا بڑا دلدادہ ہے چاروں طرف تعلیم تعلیم کا شور ہے۔ مگر کتاب و سنّت کی تعلیم کی پروا نہیں۔ اس کا نتیجہ ہمارے سامنے ہے پہلے لڑکیوں میں جتنا حیا تھا اتنا اب نہیں ہے اکبر الہ آبادیؒ نے کیا خوب کہا ہے۔ ؎

نہ خاتونوں میں رہ جائے گی پردے کی یہ پابندی
نہ گھونگٹ اس طرح سے حاجب روئے صنم ہوں گے

یہ اس تعلیم کا نتیجہ ہے جس کا اتنا چرچا ہے۔ جو تعلیم ضروری ہے اس کے لئے مولوی محمد مقبول عالم صاحب ہماری مسجد میں بیٹھتے رہتے ہیں مگر کوئی آتا ہی نہیں۔ اُستاد بی۔اے ہے اور مفت پڑھاتے ہیں۔ چوکی مفت۔ قرآن مفت۔ مکان مفت۔ بجلی مفت۔ سب کچھ مفت مگر پھر بھی قرآن پڑھنے کے لئے نہیں آتے۔ عیسائیوں کے سکولوں، کالجوں میں پڑھنے کے لئے بڑے شوق سے جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ انجیل بھی پڑھاتے ہیں۔ گویا کہ خود بچّوں کو بے ایمان بناتے ہیں۔ یہ حرام خوری کا نتیجہ ہے۔ عربی میں کسی نے کہا ہے ؎

اذا کان الغراب دلیل قوم   سیھدیھم الی دار الکلاب

خود حرام کھاتے ہیں اور اپنے بیوی بچوں کو حرام کھلاتے ہیں۔ اس لئے بچّوں کو گرجوں میں پڑھاتے ہیں۔ تربیت سے انسان نازک مزاج ہو جاتا ہے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ شہر سے دُور ایک تربیت گاہ بنائی جائے جہاں داخل ہونے والے خود چکّی پیسیں خود پکائیں اور کھائیں ہر وقت باوضو اور ذکرِ الٰہی میں مصروف رہیں۔ پھر دیکھئے طبیعت میں کتنی نزاکت آتی ہے لیکن ؎

کریماں را بدست اندر درہم نیست
خداوندانِ نعمت را کرم نیست

اپنے پلے پیسے نہیں جن کے پاس پیسے ہیں ان کو اس کی ضرورت کا احساس نہیں۔ حرام کا لقمہ کھایا دل سیاہ ہو گیا۔ کوئی بے دین آگیا تو دل سیاہ ہو گیا۔ طبیعت میں نزاکت کہاں سے آئے۔

اللہ تعالےٰ مجھے اور آپ کو کتاب و سُنّت کے علم سے اپنے سینوں کو منوّر کرنے اور شریعت کے احکام پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا الٰہ العٰلمین

بچوں کا صفحہ

ناشکری

از حبیب الرحمن منٹگمری

دوپہر کا وقت تھا عرب کے تپتے ہوئے بیکراں صحرا میں ایک مسافر اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔ گرمی کی شدت سے جھلستا جا رہا تھا۔ سر سے پاؤں تک پسینہ سے تر تھا۔ گرمی کی تاب نہ لاتے ہوئے اِرد گرد نظر دوڑائی تو حدِ نظر پر اسے کھجوروں کا ایک جھنڈ نخلستان کی شکل میں دکھائی دیا۔ پہلے تو خیال کیا کہ شاید یہ سُراب ہی ہو۔ لیکن وہاں جانے کے سوا چارہ بھی نہ تھا۔

نخلستان میں پہنچا، چشمہ پر جا کر مُنہ ہاتھ دھویا تھیلے سے نکال کر کھجوریں کھائیں اور پیاس بُجھا کر ایک طرف ہٹ کر پڑ رہا۔ درختوں کی ٹھنڈی چھاؤں اور تھکاوٹ نے مل کر اس پر نشے کا سا اثر کیا اور تھوڑی دیر بعد وہ گہری نیند سو رہا تھا۔ اسے سوئے ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ ایک طرف سے پھنکار کی آواز کے ساتھ ہی ایک خطرناک افعی نے سر اُٹھایا اور پھن پھیلا کر جھُوم جھُوم کر مست چال چلتا ہُوا اس بے خبر سوئے ہوئے مسافر کی طرف بڑھا۔

سانپ مسافر کی طرف بڑھ رہا تھا اور اس کی زندگی اور موت کے درمیان فاصلہ بتدریج کم ہو رہا تھا لیکن خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی حفاظت کرتا ہے سانپ اور مسافر کے درمیان فاصلہ صرف چند گز کا رہ گیا۔ اتنے میں چشمے کی طرف سے مینڈکوں نے ٹرانا شروع کر دیا۔ سانپ نے گھُوم کر ادھر دیکھا، اور اس مداخلت پر غصّہ سے پیچ و تاب کھا کر ایک زور دار پھنکار ماری۔ لیکن مینڈک اپنی دھن میں مست ٹراتے چلے گئے۔ سانپ مسافر کی طرف سے مُڑا۔ اور پھنکار کر بل کھاتے ہُوئے اپنے قریب ٹراتے ہُوئے مینڈک کی طرف مُڑا۔

مینڈک نے اپنی جان خطرے میں دیکھی تو پھُدکتا ہُوا ایک طرف نکل گیا اور سانپ بھی اس کو سزا دینے کے لئے اس کے پیچھے ہو لیا۔

انہیں مینڈکوں کے ٹرانے سے مسافر جاگ پڑا۔ اس پر ایک قہر آلود نظر ڈالتے ہوئے اُٹھا۔ ایک موٹی سی گالی دی اور بڑبڑاتے ہُوئے "کمبختوں نے نیند خراب کر دی۔" اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گیا۔ ایک اُود بلاؤ جو یہ سارا منظر چشمے کے کنارے بیٹھا دیکھ رہا تھا، پکار اُٹھا۔

"اِنَّ الْاِنْسَانَ لِرَبِّهٖ لَكَنُوْد"

بے شک انسان اپنے رب کا بڑا ناشکرا ہے۔

اور پانی میں ڈبکی مار کر غائب ہو گیا۔

وعدہ

از امیر عالم ضیاء نظام آباد (پنجاب)

(۲)

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلّم وعدہ میں بے حد پکّے تھے۔

آپؐ کے مندرجہ ذیل چند واقعات ملاحظہ ہوں۔

قیصر کے دربار میں ابو سُفیان سے آپؐ کے متعلق سوالات کئے گئے۔ قیصر نے پُوچھا کیا کبھی محمدؐ نے بد عہدی کی ہے؟

اُبو سُفیان نے کہا۔ کبھی نہیں۔

صلح حدیبیہ میں ایک شرط تھی کہ مکّہ سے جو مسلمان ہو کر مدینہ جائے اُس کے متعلق اہلِ مکّہ مطالبہ کریں تو واپس کر دیا جائے۔ ابھی یہ شرطیں لکھی جا رہی تھیں کہ ایک شخص ابو جندلؓ اہلِ مکّہ کی قید سے بھاگ کر آیا۔ آپؐ کے پاس فریاد کی۔ تمام مسلمان مضطرب ہوئے۔ لیکن حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے کہا: "اے ابو جندل! صبر کرو۔ ہم بد عہدی نہیں کر سکتے۔ اللہ تعالیٰ عنقریب تمہارے لئے کوئی راستہ نکالے گا۔"

نبوّت سے پہلے کا ذکر ہے کہ ایک شخص عبداللہ ابن ابی الحمساء کہتے ہیں کہ کسی معاملہ میں مَیں حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کو بٹھا کر چلا گیا کہ میں ابھی آ کر حساب کئے دیتا ہوں۔ اتّفاق سے مجھے خیال نہ رہا۔ تین دن کے بعد گیا، تو دیکھا، آپؐ اُسی جگہ کھڑے میرا انتظار کر رہے تھے۔ آپؐ نے مجھے دیکھ کر فرمایا: "مَیں تین دن سے تمہارے انتظار میں بیٹھا ہوں۔"

غزوۂ بدر میں مسلمانوں کی تعداد تھوڑی تھی اور ضرورت تھی کہ اور مسلمان آ جائیں۔ مکّے سے دو صحابی ابو حذیفہؓ اور ابو حسلؓ آ رہے تھے۔ راستے میں کفّار نے روکا اور اس شرط پر چھوڑا کہ جنگ میں ساتھ نہ دیں۔ یہ دونوں آپؐ کے پاس پہنچے۔ آپؐ نے فرمایا: "ہم وعدہ وفا کریں گے۔ تم دونوں واپس جاؤ۔ ہمیں صرف خدا کی مدد درکار ہے۔"

عزیزو! آئندہ مَیں آپ کو سچ بولنے کے متعلق کچھ حالات بتاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو سیدھے رستے پر چلنے کی توفیق دے۔

آمین

رجسٹرڈ ایل نمبر ۶۰۴۷ — منظورشدہ محکمہ تعلیم لاہور بریکن بذریعہ (۲۰) چٹھی نمبری G/۱۶۳۲۱ مورخہ ۲ مئی ۱۹۵۶ء — ۷ ستمبر ۱۹۵۶ء

ایڈیٹر:- عبدالمنان چوہان

بدل اشتراک
سالانہ گیارہ روپے ۱۱؎
شش ماہی چھ روپے ۶؎
فی پرچہ چار آنے

ہفتہ وار خبریں

لاہور۔ ۲۰ راگست۔ صوبائی حکومت کے ایک فیصلہ کے مطابق آئندہ صوبہ میں کسی لوکل باڈی کی سہ سالہ میعاد میں صرف چھ ماہ کی توسیع ہوسکے گی اور اگر توسیع کے سلسلہ میں کوئی سرکاری اعلان نہ کیا تو اس لوکل باڈی کا وجود ازخود ختم تصوّر ہوگا۔

کراچی۔ ۲۴ راگست۔ مرکزی حکومت نے وزیرِ اعلیٰ مشرقی پاکستان سے کہا ہے کہ وہ گورنر کو ۳۱ راگست سے پہلے پہلے صوبائی اسمبلی کا اجلاس طلب کرنے کا مشورہ دیں تاکہ یہ معلوم ہوسکے کہ وزیرِ اعلیٰ کو ارکانِ اسمبلی کی اکثریت کا اعتماد حاصل ہے یا نہیں۔

کراچی۔ ۲۴۔ اگست۔ آج یہاں محکمہ آبادکاری کے اعلیٰ حکام کی کانفرنس میں یہ فیصلہ کیا گیا کہ غیر طے شدہ علاقوں کے مہاجرین کو متروکہ زمین الاٹ کرنے کیلئے بھی وہی طریقہ اختیار کیا جائے جس پر اب تک طے شدہ علاقوں۔ کے مہاجرین کے سلسلہ میں عمل درآمد کیا جاتا تھا۔

لاہور۔ ۲۷ راگست۔ حکومت مغربی پاکستان نے تین کروڑ روپے کا ایک ترقیاتی قرضہ جاری کرنے کا فیصلہ کیا ہے اس قرضہ کے منافع کی شرح ساڑھے تین فی صد ہوگی۔

کراچی۔ ۲۷ راگست۔ آج شام قومی اسمبلی کے ۷۷ میں سے ۴۱ ارکان کے اجلاس میں وزیرِ اعظم کی قیادت پر مکمل اعتماد کا اظہار کیا گیا۔

لندن۔ ۲۴ اگست۔ آج یہاں پانچ ملکوں کے نمایندوں کا پہلا اجلاس ہُوا جو نہر سویز پر بین الاقوامی کنٹرول کے سلسلہ میں صدر ناصر سے بات چیت کرینگے۔

نئی دہلی۔ ۲۷ راگست۔ آج ایک سرکاری اعلان میں بتایا گیا ہے کہ کل احمد آباد پولیس نے جو گولی چلائی تھی اس کے باعث ایک شخص ہلاک ہوگیا تھا۔

قاہرہ۔ ۲۷ راگست۔ موثق ذرائع سے معلوم ہُوا ہے کہ مصر کے صدر ناصر نے نہر سویز کانفرنس کی مقرر کردہ پانچ ملکوں کے نمائندوں پر مشتمل کمیٹی سے اس شرط پر ملاقات کرنی منظور کرلی ہے کہ اس سے مصر کو کسی کارروائی کا پابند نہیں سمجھا جائے گا۔

پنجاب پریس لاہور میں باہتمام مولوی عبیداللہ انور پرنٹر پبلشر چھپا اور دفتر رسالہ خدام الدین لاہور اندرون شیرانوالہ گیٹ سے شائع ہوا